REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم   وعلی عبدہ المسیح الموعود

POSTEL REGISTRATION NO. P/GDP-3

لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

جلد   شمارہ ۴۱

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر: خورشید احمد انور

نائب: قریشی محمد فضل اللہ

شرح چندہ
سالانہ ۴۵ روپے
ششماہی ۲۳ روپے
ممالک غیر ۱۴۰ روپے بذریعہ بحری ڈاک
فی پرچہ ایک روپیہ

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

۸ر اکتوبر ۱۹۸۷ء | ۸ر اخاء ۱۳۶۶ ہش | ۱۴ر صفر ۱۴۰۸ ہجری

Major Zaheeruddin Khan sb
C.C. Commond Hospital
12
CHANDIGARH- 160012

اخبار احمدیہ

قادیان ۸ر اخاء (اکتوبر) سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بارہ میں موصولہ تازہ ترین اطلاع کے مطابق حضور پر نور مورخہ ۲۸ کو لندن سے کینیڈا تشریف لے گئے ہیں جہاں چند روز قیام کے بعد حضور مختلف مقامات پر نئے تبلیغی مراکز اور مساجد کے قیام کے سلسلہ میں امریکہ تشریف لے جائیں گے۔ حضور انور کا یہ بابرکت سفر غالباً ڈیڑھ ماہ پر مشتمل ہوگا۔

احباب جماعت التزام کے ساتھ دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے جان و دل سے عزیز آقا کو ہر گام پر خصوصی تائید و نصرت اور حفاظت فرمائے۔ اور مقاصد عالیہ میں نمایاں کامیابی عطا کرے آمین۔

○ مقامی طور پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ امیر جماعت احمدیہ قادیان مع محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ اور جملہ درویشان کرام و احباب جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔

○ محترم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری سابق ایڈیٹر ہفت روزہ بدر کو عرصہ تقریباً ڈیڑھ سال سے اعصابی کمزوری اور بلڈ پریشر کے باعث کمر اور دونوں پنڈلیوں میں شدید تکلیف لاحق ہے جس کی وجہ سے موصوف کے لیے زیادہ دیر تک بیٹھنا اور چلنا پھرنا بھی دوبھر ہے۔ قارئین سے محترم موصوف کی کامل و عاجل شفایابی کے لیے دردمندانہ دعا کی درخواست ہے

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان

کی

سفر انگلستان سے مرکز سلسلہ میں کامیاب و کامران مراجعت

لوکل انجمن احمدیہ اور مرکزی ذیلی تنظیموں کی طرف سے آپ کا پرتپاک استقبال

قادیان ۲۹ر تبوک (ستمبر) — آج شام ٹھیک پانچ بجے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ قادیان، و امیر جماعت احمدیہ قادیان مع صاحبزادہ عزیز میاں کلیم احمد صاحب اپنے بابرکت سفر انگلستان سے بخیر و عافیت مرکز سلسلہ میں واپس تشریف لائے۔ الحمد للہ۔ یہاں مسجد مبارک کے زیریں حصہ میں بیت خوبصورت، سنہری جال اور اھلاً و سہلاً و مرحبا کے رنگین بینروں سے آراستہ کیا گیا تھا دو رویہ قطاروں میں کھڑے ہر سہ مرکزی انجمنوں کے ناظران، وکلاء اور انچارج صاحبان، افسران صیغہ جات و نائب ناظران، مجالس انصار اللہ و خدام الاحمدیہ اور لوکل انجمن احمدیہ کے عہدیداران اور احباب جماعت نے اسلامی نعروں کے ساتھ آپ کا پرتپاک استقبال کیا اور پھولوں کے ہار پہنائے۔ محترم موصوف نے ازراہ شفقت اس موقعہ پر موجود تمام احباب سے مصافحہ و معانقہ کیا۔ اور فرداً فرداً ہر ایک سے ان کی خیریت دریافت فرمائی۔

واضح رہے کہ محترم صاحبزادہ صاحب موصوف کا یہ بابرکت سفر خالصتاً جماعتی حیثیت رکھتا تھا۔ آپ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر بحیثیت نمائندہ جماعت احمدیہ بھارت مورخہ ۱۷ر وفا (جولائی) کو دہلی سے بذریعہ طیارہ انگلستان تشریف لے گئے تھے۔ جہاں قریباً دو ماہ کے عرصہ قیام کے دوران آپ کا بیشتر وقت اہم جماعتی مصروفیات میں گذرا۔ جماعت احمدیہ برطانیہ کے ۲۲ویں جلسہ سالانہ کے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہونے کے بعد آپ نے مورخہ ۳۱ر اور ۴ر ظہور (اگست) کو منعقدہ جماعت احمدیہ کی بین الاقوامی مجلس شوریٰ میں جماعت احمدیہ بھارت کی نمائندگی فرمائی

اسی دوران آپ کو محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر خدمت درویشاں ربوہ کی معیت میں سیدنا حضور پر نور کی طرف سے بلائی گئی امراء جماعت، ناظران صیغہ جات، صدر انجمن احمدیہ کی اور وکلاء انجمن تحریک جدید کی متعدد اہم جماعتی میٹنگز اور صد سالہ جوبلی جشن کے سلسلہ میں طلب کی گئی نمائندگان جماعت کی ایک خصوصی میٹنگ میں بھی شمولیت کا موقعہ ملا۔ نیز بہت سے جماعتی معاملات کے سلسلہ میں وقتاً فوقتاً کئی کئی گھنٹے حضور پر نور کی خدمت اقدس میں حاضری کی توفیق بھی ملتی رہی۔

۴ر تبوک (ستمبر) کو آپ نے جماعت احمدیہ برمنگھم میں جمعہ پڑھایا۔ ۵ر اور ۷ر تبوک (ستمبر) کو علی الترتیب بریڈفورڈ اور گلاسگو کے احباب جماعت سے خطاب فرمایا۔ ۱۱ر تبوک (ستمبر) کو آپ نے جماعت احمدیہ مانچسٹر میں خطبہ دیا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ ۱۲ر اور ۱۳ر تبوک (ستمبر) کی تاریخوں میں منعقدہ مجالس انصار اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کی اور اس میں "سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تربیت اولاد کی روشنی میں"

(باقی ص۸ پر)

جلسہ سالانہ قادیان

مورخہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ر فتح (دسمبر) ۱۳۶۶ ہش / ۱۹۸۷ء کو منعقد ہوگا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس سال جلسہ سالانہ قادیان ۱۸، ۱۹، ۲۰ر فتح (دسمبر) ۱۳۶۶ ہش / ۱۹۸۷ء کی تاریخوں میں منعقد کئے جانے کی منظوری مرحمت فرما دی ہے۔ احباب دعا کریں کہ جماعت کے لئے جلسہ سالانہ ۱۹۸۷ء ہر لحاظ سے اپنی شان میں پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے جماعت کے لئے مبارک کرے اور اپنے افضال و انوار برکات نازل فرمائے آمین۔

احباب اس عظیم روحانی اجتماع میں شرکت کے لئے ابھی سے عزم کرتے ہوئے تیاری شروع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۸۷ء میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ — ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بورڈ بدر قادیان

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۸ اخاء ۱۳۶۶ ہش

عذرِ گناہ

گزشتہ ماہ کی ۴ تاریخ کو دن کے ٹھیک ½ ۱۱ بجے تحصیل باؤدھور پور ضلع سیکر (راجستھان) کے گاؤں دیورالہ میں اٹھارہ سالہ میٹرک پاس نوبیاہتا بیوہ روپ کنور کو اس کے خاوند مان سنگھ شیخاوت (راجپوت) کی ارتھی کے ساتھ زندہ جلائے جانے کا جو لرزہ خیز سانحہ وقوع پذیر ہوا اور تیرہ دن بعد ۱۶ ستمبر کو "ستی ستھل" پر گیارہ ہزار روپے مالیت کی بیش قیمت چنری چڑھائے جانے کی رسم جس دھوم دھام سے ادا کی گئی وہ کئی ہفتوں سے اخبارات کا موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ عہد جہالت کی یاد تازہ کر دینے والے اس انتہائی سنگین اور بھیانک جرم کے بارہ میں اب تک جو افسوسناک حقائق منظر عام پر آئے ہیں وہ رونگٹے کھڑے کر دینے والے ہیں۔ مثلاً :-

● روپ کنور کے سسر، جیٹھ اور دیور سمیت اس گھناؤنے جرم میں ملوث ۵۲ ملزمان جنہیں تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۰۲ اور ۳۰۶ کے تحت گرفتار کیا گیا ہے کا کہنا ہے کہ روپ کنور اپنی مرضی سے ستی ہوئی جبکہ اخباری دنیا کے تجزیئے کے مطابق روپ کنور کو "ستی ماتا" اور "ستی ساوتری" بنانے کا اصل مقصد اُسے اپنے خاوند کی جائیداد کے حق سے محروم کرنا اور خاندان کے جے جے کار کرانا تھا۔

● تاریخ بتاتی ہے کہ جب ہندو سماج میں بیواؤں کو زندہ جلائے جانے کا بھیانہ رواج عام تھا تب بھی ستی ہونے والی عورتیں موت کے ڈر سے چتا پر سے اُٹھ اُٹھ کر بھاگتی تھیں اور لوگ انہیں زبردستی دہکتی ہوئی چتا میں واپس دھکیلتے تھے۔ ایک چشم دید گواہ کے مطابق بعینہٖ روپ کنور نے بھی وحشت و سراسیمگی کے عالم میں چتا سے نکلنے کی دو بار ناکام کوشش کی لیکن اُسے واپس آگ میں دھکیل دیا گیا۔ حتیٰ کہ اُس کی چیخ و پکار "ستی ماتا کی جے" اور "ستی ماتا امر رہے" کے جنونی نعروں کے بے ہنگم شور میں ہمیشہ کے لئے دب گئی۔

● پولیس جو عوام کے جان و مال اور عزت و آبرو کی محافظ ہے اس سانحہ کے پانچ گھنٹے بعد جائے واردات پر پہنچی اور لوگوں کے جوش و خروش کو دیکھ کر الٹے پاؤں لوٹ گئی۔ مسلسل بارہ روز تک نہ کوئی کیس درج ہوا اور نہ ہی کوئی گرفتاری عمل میں لائی گئی۔

● ستی کی رسم پر قانونی پابندی عائد ہونے کے باوجود مرکزی اور صوبائی حکومت دونوں ہی نہ تو روپ کنور کو بے موت مرنے سے بچا سکیں اور نہ ہی راجستھان ہائیکورٹ کی طرف سے حکم امتناعی جاری کئے جانے کے باوجود چنری کی رسم کو روک سکیں۔ جس میں ہزاروں جاہل دیہاتی ہی نہیں بلکہ بزعم خود عوام کے مفادات کے محافظ صوبائی اسمبلی کے متعدد اراکین اور اچھے خاصے پڑھے لکھے افراد بھی شامل ہوئے۔ اس موقعہ پر ستی ستھل پر مندر کی تعمیر اور روپ کنور کی جائے پیدائش راپجی میں اس کا ایک میموریل بنانے کے لئے قریب ۶ لاکھ روپیہ بھی اکٹھا کیا گیا۔

● دیورالہ گاؤں کی گزشتہ ڈیڑھ سو سالہ تاریخ میں کسی بیوہ کو ستی کئے جانے کا یہ چوتھا افسوسناک واقعہ تھا۔ اس سے پہلے گنزان کنور، تیجو بائی اور میتھو کنور نام کی تین راجپوت عورتیں بھی یہاں ستی ہو چکی ہیں جن کی یادگاریں گاؤں میں اب تک موجود ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ اس وقت ہندوستان میں ستی ماتاؤں کے تقریباً ۱۰۰ مندر ہیں جن میں سے ۷۰ مندر اکیلے راجستھان میں ہیں۔

● وسیع پیمانہ پر شور و ہنگامہ آرائی کے نتیجہ میں حکومت کی طرف سے اس سنگین جرم میں ملوث ۵۲ افراد کو گرفتار کئے جانے پر جہاں روایتی پگڑیاں باندھے ایک ہزار راجپوتوں نے انتظامیہ کی اس کارروائی کے خلاف جے پور میں مظاہرہ کرتے ہوئے شدید غم و غصے کا اظہار کیا وہاں جگت گورو شنکر آچاریہ آف پوری سوامی نرنجن دیو تیرتھ نے رسم ستی پرتھا کی پُرزور حمایت کرتے ہوئے اس کے خلاف حکومت راجستھان کے جاری کردہ تازہ ترین آرڈیننس کو ہندوؤں کے مذہبی معاملات میں مداخلت اور جمہوری قدروں کی سے متصادم قرار دیا۔ جبکہ بھارت کے چار میں سے تین دھاموں کے شنکر آچاریہ ابھی تک مکمل خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اُدھر دیورالہ گاؤں میں ابھی بھی روپ کنور کے ستی ستھل پر راجپوتوں کی ننگی تلواریں لٹک رہی ہیں۔

جہاں تک اس بھیانہ رسم کے مذہبی اور تاریخی پس منظر کا تعلق ہے ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتب رگوید، وشنو پران، منو سمرتی، رامائن اور شریمد بھاگوت گیتا میں اس کا واضح طور پر ذکر ملتا ہے۔ جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں اس ظالمانہ رسم کو زمانہ قدیم ہی سے مذہبی اہمیت دی جاتی رہی ہے۔ برہمن، کشتری، جاٹ اور راجپوت وغیرہ سبھی بڑی بڑی قوموں میں چونکہ عورت کی بیوگی کو نحوست اور بیوہ کے عقد ثانی کو لعنت سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے اس کا تدارک ستی کی وحشیانہ رسم کی شکل میں تلاش کیا گیا۔ بقول پنڈت لیکھرام :-

"ستی کی رسم انسان کے مکروہ حالات سے پیدا ہوئی، خود غرضی سے اس کا نشوونما ہوا اور جہورت سے اس کا فروغ اور بے رحمی پر اس کا خاتمہ ہوا۔"

(کلیات آریہ مسافر حصہ اول صفحہ ۱۵۲)

یہ امتیاز صرف اور صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے بیوہ عورت کو نہ صرف عزت کے ساتھ سماج میں جینے کا حق عطا کیا بلکہ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (النور: ۳۳) کے مقدس قرآنی الفاظ میں اُس کے عقد ثانی کی تائید بھی فرمائی چنانچہ اسلام کی اس بے نظیر تعلیم کی بدولت ہندوستان کے متعدد مسلمان فرمانرواؤں نے اپنے اپنے دور میں بے شمار دیگر سماجی اصلاحات نافذ کرنے کے ساتھ ساتھ رسم ستی کو بھی قانوناً ممنوع قرار دینے میں پہل کی۔ جیسا کہ نامور ہندو سکالر شری رام دھن شرما شاستری اپنی کتاب "بھارتیہ سنسکرتی کی روپ ریکھا" میں لکھتے ہیں :-

"ہندو سماج میں ستی کے رواج کو کم کرنے میں بھی مسلمان بادشاہوں کا ہاتھ ہے سب سے پہلے محمد تغلق نے اس رواج کے خلاف آواز اُٹھائی اور اسے ختم کرنے کی کوشش کی۔ مغل بادشاہ اکبر نے بھی اسکی حوصلہ شکنی کی اور کبھی کسی بیوہ کو اس کی مرضی کے خلاف جلائے جانے کی اجازت نہیں دی۔ اورنگ زیب نے بھی اس رواج کے خلاف ایک آرڈیننس جاری کیا تھا۔"

(ترجمہ از "بھارتیہ سنسکرتی کی روپ ریکھا" صفحہ ۲۱۴)

سلطنت مغلیہ کے زوال کے کافی عرصہ بعد برطانوی حکومت کے گورنر جنرل لارڈ ولیم بینٹنگ نے ۱۸۲۹ء میں رسم ستی کو بلا کسی استثناء کے خلاف قانون اور قابل تعزیر جرم قرار دیا۔ جس پر مختلف حلقوں کی طرف سے پرزور احتجاج بھی کیا گیا۔ جب جالندھر دوآب کے انگریز کمشنر جان لارنس کے سامنے بیواؤں کو جلانے اور کوڑھیوں کو زندہ دبائے جانے کے یکے بعد دیگرے کئی واقعات پیش ہوئے تو اس نے زمین کے پٹوں کی تجدید کے لئے گرنتھ صاحب کے سامنے یہ حلف لینے کی شرط عائد کی کہ "میں بیوہ کو نہیں جلاؤں گا۔ بیٹی کو نہیں ماروں گا۔ اور کوڑھی کو زندہ دفن نہیں کروں گا!" اس اقدام پر بیدیوں کی راہنمائی میں ایک وفد نے جان لارنس کے پاس جاکر صدائے احتجاج بھی بلند کی۔ مگر اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

تاریخ کے یہ وہ قطعی اور یقینی شواہد ہیں جن کی تردید ممکن نہیں۔ مگر افسوس کہ ان تمام حقائق کے ہوتے ہوئے بھی آج بعض رجعت پسند اور متعصب حلقوں کی طرف سے محض اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ غلط اور سراسر بے بنیاد پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ ستی جیسی بے ہودہ رسوم یون (یعنی مسلمان) حملہ آوروں کے ساتھ بھارت میں آئیں۔ کیا "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کی اس سے بڑھ کر شرمناک مثال کوئی اور پیش کی جا سکتی ہے؟

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ۔

(خورشید احمد انور)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے!

خطبۂ عید الاضحیہ

قربانی کا جیسا عید سے تعلق ہے ویسا ہی اس کا ایک قبولیت سے بھی تعلق ہے

اس لئے بہت ہی اہم بات ہے کہ قربانی پیش کرتے ہوئے اپنی نیتوں کو خوب کھنگالا جائے

اگر آپ کی نیتیں خالص اور انکسار کامل ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی عطا کرنیوالا ہے جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۷ ظہور (اگست) ۱۳۶۶ ہش / ۱۹۸۷ء بمقام اسلام آباد — لندن

محترم عبد المجید غازی صاحب ۱۶ گریسن ہال لندن کا مرتب کردہ حضور پر نور کا یہ بصیرت افروز خطبۂ عید الاضحیہ ادارہ بدر کلیتہً اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے (ایڈیٹر)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے سورۃ بقرہ کی درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:-

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

(آیت: ۱۲۸ تا ۱۳۰)

اور پھر فرمایا:-

یہ عید جو ہم آج کے دن منا رہے ہیں اس کا قربانیوں کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ جو ہر مسلمان کو معلوم ہے۔ چنانچہ اس عید کو

عید الاضحیٰ یعنی قربانیوں کی عید

کا نام دیا گیا ہے۔

قربانی کا جیسا عید سے تعلق ہے ویسا ہی اس کا ایک قبولیت سے بھی تعلق ہے۔ اور عموماً اس تعلق کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے خانہ کعبہ کی عمارت کی دیواریں بلند کرنے کا ذکر آیا ہے۔ وہاں ساتھ ہی ان کی یہ دعا بھی بتلائی گئی ہے کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا - اے اللہ! ہماری طرف سے یہ قبول فرما۔ وہ کیا چیز تھی جسے قبول کرنے کے لئے حضرت ابراہیمؑ ایک عاجزانہ درخواست کر رہے تھے؟ بالعموم تو دنیا میں یہ خیال پایا جاتا ہے اور عام طور پر انسان جتنی نیکیاں بھی بجا لاتا ہے اسی خیال کے تابع، کہ نیکی کرتے ہی وہ خود مقبول ہو جاتی ہے۔ اور کہاں ہر انسان ہر نیکی کے ساتھ ساتھ یہ عاجزانہ دعائیں کرتا ہے کہ اے خدا! میری اس نیکی کو بھی قبول فرما لے، میری اُس نیکی کو بھی قبول فرما لے۔ اور قرآن کریم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی نیکیوں پر بہت ہی پیار کی نظر ڈالتا ہے اور خدا کی باریک نظر سے کوئی نیکی اوجھل نہیں رہتی۔ چنانچہ فرمایا۔ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ (الزلزال ۸، ۹) جس کسی نے بھی ایک ذرے کے برابر بھی نیکی کی وہ خدا کی نظر کے سامنے رہتی ہے۔ اور جس کسی نے بھی ایک معمولی سی ذرے کے برابر بھی بدی کی، وہ بھی خدا کی نظر کے سامنے ہوتی ہے۔ تو جب نیکیوں کے متعلق خدا تعالیٰ کا بندوں سے یہ سلوک دکھائی دیتا ہے اور ویسے بھی انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ نیکیاں تو کی ہی خدا کی خاطر جاتی ہیں۔ اس بات کا احتمال کیا ہے کہ نیکی بھی ہم کریں اور خدا قبول نہ کرے!

اس کے باوجود حضرت ابراہیمؑ کا خصوصیت کے ساتھ یہ عرض کرنا کہ تقبل منا۔ اے خدا! ہم سے قبول فرما لینا۔ کیا وہ کوئی خاص نیکی تھی؟ کیا وہ کوئی خاص قسم کی قربانی تھی جو حضرت ابراہیمؑ کے ذہن میں تھی؟ جب اس سے اگلی آیت کریمہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں کسی قدر یہ تفصیل ملتی ہے کہ حضرت ابراہیم کے سامنے وہ کیا چیز تھی جسے وہ خدا کے حضور پیش کر رہے تھے، فرمایا:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ کہ اے خدا! ہم باپ اور بیٹا، دونوں، کہ جو تیرے حضور پیش کر رہے ہیں۔ کامل طور پر تیرا ہو جانے کا وعدہ کرتے ہیں اور یہی تمنا لے کر آئے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی التجا کرتے ہیں کہ ہماری اولاد کو بھی اپنے لئے وقف کر لینا۔ اور اپنا بنا لینا۔ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ کا مضمون اس

اسی وقف سے گہرا تعلق

رکھتا ہے۔ اس کے بعد یہ عرض کیا، جب تو نے ہمیں اپنا لیا ہم تیرے لئے وقف ہو گئے تو پھر ہمیں خدمت پر لگانا۔ ہمیں بتا کہ یہ قربانیاں کرو یہ یہ تمہاری قربان گاہیں ہیں اور پھر ہم سے غفلتیں ہوں گی۔ کمزوریاں ہوں گی۔ تیرے منشاء کے عین تیری مرضی کے مطابق ادا نہیں کر سکیں گے۔

"حقیقی حکومت اور عظمت کا باعث فقط تقویٰ ہی ہے"

(ملفوظات جلد اول)

پیشکش:- گلوب ربڑ مینوفیکچررز ۱۰/۲ رابندرا سرانی کلکتہ ۳ — ۷

فون:- 27-04-41

گرام:- "GLOBXPORT"

وَتُبْ عَلَيْنَا پھر ہم سے مغفرت کا سلوک بھی فرمانا اور بار بار ہماری لغزشوں سے چشم پوشی کرنا ہماری توجہ کو قبول کرنا تُو تو بہت ہی زیادہ بار بار توبہ کو قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ جہاں قبولیت کا مضمون ملتا ہے وہاں وقف زندگی کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور یہ مضمون ایک اور آیت میں بھی خوب کھول کر بیان ہوا ہے۔ جس کا تعلق حضرت مریم کی والدہ کے منت ماننے سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت مریم کی والدہ نے خدا کے حضور دعا کی کہ میں تیرے حضور وہ بچہ پیش کرنا چاہتی ہوں جو میرے پیٹ میں ہے۔ تو اُسے قبول فرما لے۔ وہاں بھی لفظ "قبول" استعمال ہوا۔ جواباً خدا نے فرمایا فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا (آل عمران ۳۸:۳) پس اللہ تعالیٰ نے اُسے قبول فرما لیا اور بہت ہی عمدہ طریق پر قبول فرمایا۔ بہترین رنگ میں قبول فرمایا اور قبول فرمانے کے بعد پھر اس کی پرورش کی، نہایت بہترین طریق پر۔

اس سے بات اور زیادہ واضح ہو گئی کہ عام نیکیاں اور زندگی کے وقف کرنے کی نیکی میں ایک فرق ہے۔ عام نیکیاں تو کمزور بھی ہوں، اُن میں کچھ خامیاں بھی رہ جائیں بالعموم اللہ تعالیٰ پردہ پوشی فرماتا ہے اور قبول فرماتا چلا جاتا ہے۔ لیکن جب ایک انسان اپنے وجود کو خدا کے حضور پیش کرتا ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ کا اُسے اپنا لینا، یہ ہے قبولیت۔ اُسے اپنا بنا لینا، اور اُسے اپنے نمائندہ کے طور پر قبول کر لینا۔ چنانچہ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا آیت کا یہ ٹکڑا بتا رہا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کسی وجود کو قبول کر لیتا ہے تو پھر اسکی تربیت کی ذمہ داری بھی خود لیتا ہے۔ پھر آغاز سے ہی اس پر نظر کرم فرماتے ہوئے اس کی بہترین رنگ میں تربیت کا انتظام فرماتا ہے۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام خصوصیت کے ساتھ جس قبولیت کی دعا کر رہے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ میں بھی تیرے حضور اپنی زندگی وقف کرتا ہوں۔ اسمٰعیل بھی تیرے حضور زندگی وقف کرتا ہے۔ اور یہی نہیں ہم آئندہ اپنی نسلوں کو بھی تیرے حضور پیش کرتے ہیں۔ تو قبول فرما، یعنی ہمیں اپنا بنا لے۔ پھر ہماری تربیت فرما، ہمیں نمائندگی میں ہم سے کام لے ہماری قربان گاہیں دکھا، کہاں کہاں ہم نے کیا قربانیاں دینی ہیں۔ اور ہمیں قربانیاں بتا کہ کس طرح پیش کرنی ہیں۔ گویا کہ جب ہم کلیتہً اپنے آپ کو تیرے سپرد کر رہے ہیں، تو ہدایات دینا بھی تیرا کام ہے۔

اس تسلسل سے یہ آیت کریمہ خوب کھل کے واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر جہاں یہ آیت جس میں یہ دعا اپنے معراج کو پہنچتی ہے وہ یہ دعا ہے۔ فرمایا:۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؁ (۲:۱۳۰)

اسی انتہا اور الحاح کے ساتھ ہم اپنا وجود اور اپنی آئندہ نسلوں کا وجود تیرے حضور پیش کر رہے ہیں اور قبولیت کی التجا کرتے ہیں۔ کہ اس کے نتیجے میں اگر تو قبول فرما لے تو ہماری آخری تمنا یہ ہے کہ اس

کی علامت یہ ظاہر ہو کہ اے خدا، ایسا عظیم رسول

ہماری نسل میں سے پیدا ہو۔ اور گویا یہ تیری طرف سے قبولیت کا نشان ہو گا۔ وہ رسول جس کا تو نے وعدہ کیا ہے، کہ دنیا کو عطا کیا جائے گا۔ وہ ان میں سے پیدا فرما وہ تیری آیات پڑھ کر سنائے دنیا کو، اُن کو تعلیم کتاب دے۔ اُن کے سامنے کتاب کی حکمتیں بیان فرمائے۔ اور انہیں پاک فرماتا چلا جائے۔ یقیناً تو بہت ہی غالب، عزت والا اور حکمت والا خدا ہے۔

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس قربانی اور دعا کے ساتھ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا عرض کیا ہے۔ اس میں آپ کے وجود کی ساری سچائی گھل مل گئی تھی۔ ایک ذرہ بھی انانیت کا آپ نے نہیں رہنے دیا۔ اس کامل خلوص اور الحاح کے ساتھ کامل عشق اور وارفتگی کے ساتھ اپنا وجود اپنے بیٹے کا وجود اور اپنی آئندہ نسلوں کا وجود پیش کیا ہے کہ اُس کے بعد جو یہ دعا مانگی گئی، یہ دعا سننے کے لائق ٹھہری۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کے متعلق یہ طلب کہ ہماری نسلوں سے ہو، یہ کوئی معمولی دعا نہیں تھی۔ اس دعا کے استحقاق کے لئے ایک لمبی نسل اتقیاء کی ضروری تھی۔ آباء و اجداد کا ایک سلسلہ چاہئے تھا۔ جو خدا تعالیٰ کی نگاہ اور اس کی نظر کے نیچے اسی وجہ سے تربیت پا رہے ہوں۔ کہ آئندہ ان میں سے وہ عظیم الشان رسول پیدا کیا جائے گا پس "تَقَبَّلْ مِنَّا" کی تان وہاں جا کے ٹوٹتی ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا نسل ابراہیمی سے پیدا ہونا عرض کیا گیا ہے۔

ایک تیسری جگہ بھی قبولیت اور رد کا ذکر ملتا ہے۔ آغاز ہی میں جب نبوت کا آغاز ہوا، اُس وقت خدا تعالیٰ نے ایک واقعہ کو محفوظ فرمایا اور ہمارے لئے نصیحت کے طور پر بیان کیا فرمایا (المائدہ ۲۸:۵) وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ (المائدہ ۲۸) کہ ان کے سامنے

آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ

کامل سچائی کے ساتھ بیان کر۔ بالحق سے مراد یہ ہے کہ سننے والوں کی توجہ اس طرف مبذول ہو کہ واقعہ بعینہ اسی طرح ہوا اور اس میں کسی قسم کا کوئی مبالغہ نہ کیا گیا ہے اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ، جب ان دونوں نے خدا کے حضور ایک قربانی پیش کی، ان میں ایک سے تو وہ قبول فرما لی گئی، دوسرے سے وہ قربانی قبول نہیں کی گئی۔ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ اُس نے کہا میں تجھے قتل کر دوں گا۔ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ؁ کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کی قربانیاں قبول کیا کرتا ہے ہر قربانی کو قبول نہیں کیا کرتا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں کون سی قربانی تھی؟ پرانے طریق کے مطابق کیا کوئی سوختنی قربانی تھی، یا کوئی جانور ذبح کیا گیا تھا۔ اگر ایسا تھا تو جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی تھی اس کو کس طرح پتہ چلا کہ اسکی قربانی قبول نہیں ہوئی۔ یا یہ تو اللہ تعالیٰ کی سنت کے خلاف ہے۔ جس شخص کی قربانی قبول نہ کی جائے اس کو فوراً الہاماً کہہ دے کہ تمہاری قربانی قبول نہیں ہوئی اور جس کی قبول کی ہے اس کو کہہ دے کہ تمہاری قربانی قبول ہو گئی۔ اور یہ دونوں باتیں بیک آواز بھی اس طرح بیان کی جائے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی باتیں سن بھی رہے ہوں۔ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے قرآن کریم اور احادیث کے مطالعہ سے کہیں خدا تعالیٰ کا کوئی سلوک اس قسم کا نظر نہیں آتا۔ تو سوال یہ ہے کہ اُس کو کیسے پتہ چلا کہ اسکی قربانی قبول ہو گئی ہے اور میری قربانی قبول نہیں ہوئی اور جب بھی قربانی کا لفظ آتا ہے تو اس کا ایک گہرا تعلق زندگی سے ہے۔ مراد جانور کی قربانی ہے یا کوئی اور قربانی ہے؟

گذشتہ دو آیات جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کیں ہیں ان کی روشنی میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہاں بھی زندگی ہی کی قربانی کا ذکر ہے۔ دونوں بھائیوں نے اپنے آپ کو خدا کے حضور پیش کیا کہ ہم سے خدمت دین لی جائے۔ حضرت آدم نے خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ایک کو خدمت دین کے لئے قبول کر لیا اور ایک کو کہا کہ ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے اس کے نتیجے میں اس کو معلوم ہو گیا کہ میری قربانی قبول نہیں ہوئی جبکہ بھائی کی قربانی قبول ہو گئی ہے تو

قربانی کے مقبول ہونے سے مراد

تینوں جگہ وقف زندگی لیا جائے تو مضمون بالکل واضح ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہو جاتا ہے اور قربانی سے مراد ایسی قربانی تھی ہے جس کی گردن پر چھری پھیر دی جائے اور وہ ایک تڑپ تڑپ کر ختم ہو جائے۔ چونکہ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا بتاتا ہے کہ ایسی قربانیوں کی بات ہو رہی ہے جنہیں قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ

ان کی پرورش فرماتا ہے۔ ان کی تربیت فرماتا ہے اور ان سے خدمتیں لیتا ہے۔ اَرِنَا مَنَاسِکَنَا بھی اسی مضمون کو کھول رہا ہے کہ یہ قربانیاں وہ ہیں جنہوں نے پھر ساری عمر آگے قربانیاں پیش کرنی ہیں۔ کوئی ایک لمحے کی قربانی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ جسے قربانی کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے وہ آگے پھر قربانیاں پیش کرے گا۔ اور ساری زندگی وہ قربان ہوتا چلا جائے گا۔

پس اس پہلو سے واقفِ زندگی کے لئے ایک بہت بڑا سبق ہے جب میں نے

وقفِ نو کی تحریک

کی ہے یعنی آئندہ صدی کے لئے بچے وقف کرنے کے لئے تو ان آیات کو میں اس لئے آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں، اس عید کی مناسبت سے کہ اس ذمہ داری کو اچھی طرح سمجھیں۔ اگر آپ نے اپنے بچے محض للہ کامل خلوص کے ساتھ پیش کرنے ہیں تو پھر یہ نہ سمجھیں کہ ادھر پیش کئے ادھر مقبول ہو گئے۔ مقبول ہونے کے لئے کچھ اور شرطیں ہیں۔ مثلاً ان کے اندر تقویٰ ہونا ضروری ہے نیتوں کا تقویٰ ضروری ہے کامل خلوص کا، سپردگی وہ ابراہیمی رنگ ضروری ہے جس کے بعد خدا تعالیٰ ان قربانیوں کو ضرور قبول فرما لیا کرتا ہے اور پھر آئندہ نسلوں پر بھی اس قبولیت کے نیک اثرات ظاہر فرماتا ہے۔

اس لئے بہت ہی اہم بات ہے کہ قربانی پیش کرتے ہوئے اپنی نیتوں کو خوب کھنگالا جائے۔ بہت صفائی اور پاکیزہ جذبات کے ساتھ ان تمام احتمالات کو سامنے رکھ کر قربانی پیش کی جائے جو واقفِ زندگی کو درپیش ہوتے ہیں۔ بسا اوقات ایک واقفِ زندگی ابتلاؤں میں سے گزارا جاتا ہے بسا اوقات ایک واقفِ زندگی کا، اپنے منصب کے لحاظ سے بظاہر مقام بلند ہونا چاہیئے۔ لیکن اس سے ادنیٰ کام لئے جاتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک واقفِ زندگی سمجھتا ہے کہ میں دنیا میں باہر تبلیغ کے لئے مفید ہوں میرا وجود زیادہ انسب ہے اس بات کا کہ باہر مقرر کیا جائے۔ اُسے دفتر کا کلرک مقرر کر دیا جاتا ہے چنانچہ ایسے چند واقعات میرے علم میں ہیں۔ کہ جب ان کی کسی جگہ تقرری کی گئی تو وہ بڑے سیخ پا ہوئے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ میں اسی لائق ہوں؟ مجھ سے عزت لینی چاہیئے۔ مجھے فلاں عظیم الشان کاموں پر لگانا چاہیئے۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت قابل ہوں۔ میری اتنی ساری ڈگریاں ہیں۔ مجھ سے ادنیٰ ادنیٰ آدمیوں کو آپ نے فلاں جگہ لگایا ہوا ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ پہلے میں نے ایک ایسے شخص کی فائل منگوا کر

وقفِ زندگی کے تعلق میں پیدا ہونے والی خرابیوں کا جائزہ

لینے کے خاطر، اس کا تفصیل سے مطالعہ کیا۔ تو عجیب و غریب ایک بحث اس سے نکلی جب دفتر نے اس کو یہ جواب دیا کہ آپ واقفِ زندگی ہیں۔ آپ اپنے آپ کو پیش کر چکے ہیں۔ یہ بحث کرنا آپ کا کام نہیں ہے کہ آپ کو کہاں لگایا جائے یہ یا تو ان افسران کا کام ہے جن کو خلیفۂ وقت مقرر کرتا ہے یا خلیفۂ وقت نے خود اگر کوئی فیصلہ کیا ہے۔ تو آپ کو اس فیصلہ کو بخوشی تسلیم کر لینا چاہیئے تو اس کا جواب یہ تھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ تقویٰ سے بالکل خالی ہو چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حضور ایک اتنی اچھی چیز پیش ہوئی ہوئی ہو اور اُسے آپ ایک ذلیل جگہ پہ لگا رہے ہوں۔ آپ کو کوئی خدا کا خوف نہیں ہے! جماعت کے لئے آپ کے دل میں کوئی ہمدردی نہیں ہے! اسلام کے لئے کوئی سچی ہمدردی نہیں ہے! اگر ایسا نظام ہے اور ایسی خلافت ہے تو میری توبہ! یعنی آپ میرے مقام کو ہی نہیں سمجھ رہے۔ آپ کو یہ پتہ ہی نہیں کہ جب آپ مجھے ایک غلط جگہ استعمال کرتے ہیں تو ضائع کر رہے ہیں اور اللہ کی چیز ضائع کر رہے ہیں تو ایک یہ بھی رنگ ہوتا ہے وقفِ زندگی کا جو پھر نامقبول اور مردود ہو جاتا ہے۔

اس لئے ان احتمالات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ ہو سکتا ہے۔ کسی کا بچہ بڑا ہو کر عظیم الشان علم حاصل کرے دنیا کے لحاظ سے لوک پلک سے ہر طرح سے درست ہو اور سلسلہ اُسے ایک معمولی سا کام دے رہا ہو۔ اس آیت کریمہ پر غور ضروری ہے۔ ابراہیمؑ یہ عرض کرتے ہیں رَبَّنَا اَرِنَا مَنَاسِکَنَا جب ہم پیش کر چکے تو ہمیں یہ بھی حق نہیں ہے کہ ہم فیصلہ کریں کہ ہم نے کیا قربانیاں دینی ہیں۔ پھر جس کے سپرد کر دیا اپنے آپ کو، یہ اس کا کام ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ کیا قربانیاں لینی ہیں۔ کیسی کامل دعا ہے ابراہیمؑ کی! سپردگی کا کمال، اور آپ کی ذہانت کا بھی کمال ہے۔ کتنا باریک نکتہ ہے جو خدا کے حضور پیش کر رہے ہیں کہ خدایا! میں تو پیش کر چکا ہوں میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں نے یہ قربانی دینی ہے۔ اب تیرا کام ہے، تو جانتا ہے، جہاں لگائے گا وہاں لگ جائیں گے۔ جس قسم کا کام تو ہم سے لے گا۔ اُسی قسم کا کام ہم کریں گے۔

اور یہی روح آپ کی نسل میں آگے جاری رہی۔ اور

حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے وجود میں بدرجۂ کمال ظاہر ہوئی ہے! حیرت انگیز کمال کے ساتھ یہ جذبہ نشوونما پاتا رہا ہے۔ اور اس کے لئے ایک لمبی نسل تھی ایسی جن کے اندر خون میں خدا تعالیٰ نے ایسا نظام جاری کیا تھا کہ ابراہیمؑ کے جذبات یا صلاحیتیں مزید پرورش پاتی، بڑھتی اور نشوونما پاتی ہوئیں آگے بڑھتی چلی جا رہی تھیں۔ ایک مخفی جوہر کی طرح۔ اور آئندہ تمام نسلوں میں وہ مخفی جوہر جو آگے ترقی کر رہے تھے، وہ بالآخر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تابع حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین میں مجتمع ہو گئے۔ اور اُن سے ایک عظیم الشان وجود پیدا ہوا ہے۔

پس یاد رکھیں کہ اگر آپ کی نیتیں خالص ہیں اور انکسار کامل ہے اور جب وقف کرتے ہیں تو پھر اپنا کچھ نہیں رہنے دیتے سب کچھ خدا کو بنا دیتے ہیں۔ تو پھر اللہ تعالیٰ ایسی عطا کرنے والا ہے کہ اس طرح وہ قبول حسن فرماتا ہے کہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اُس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ کتنا عظیم الشان وجود پیدا ہو گا۔ جیسا کہ میں پہلے بھی بارہا بتا چکا ہوں۔ اس دعا کی قبولیت کا ایک نہایت ہی حسین پہلو یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا میں اللہ تعالیٰ نے ایسی ترمیم فرما دی اس کی قبولیت کے وقت، جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس رنگ میں دعا مانگی تھی جس وجود کا تصور کیا تھا اُس سے زیادہ بڑا وجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی نسل میں عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے دعا میں ترتیب یہ رکھی تھی کہ اے خدا ایسا رسول بھیج جو اُن کو تیری آیات سنائے۔ علم کتاب دے، کتاب کی حکمتیں بیان کرے اور اس کے نتیجے میں طبعاً اس میں تزکیہ نفس پیدا کرنے کی طاقت پیدا ہو جائیگی۔ یہ ذہنی مضمون ہے جو بتا رہا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ایک منطقی نتیجہ نکالا۔ منطقی نتیجہ یہ تھا کہ جو رسول خدا کا کلام سناتا ہے پھر کتاب کا علم دیتا ہے۔ پھر کتاب کی حکمتیں بیان کرتا ہے۔ اُس کے نتیجے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا

(الہام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پیشکش:- عبدالرحیم و عبدالرؤف مالکان حمید ساری مارٹ صالح پور۔ کٹک (اڑیسہ)

میں قوم کے اندر پاک ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آیتیں سننا ان کے علم کو اچھی طرح سمجھنا کہ کس طرح ان آیات پر عمل ہونا چاہیئے ان کی تسلیم پر عمل ہونا چاہیئے اور پھر حکمتیں بیان کرنا یہ ساری چیزیں مل کر گویا تزکیہ نفس پیدا کرتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرماتے وقت اس دعا کی ترتیب بدل دی اور فرمایا۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ○

کہ دعا قبول کی ہے لیکن بدلی ہوئی ترتیب کے ساتھ وہ اس طرح کہ فرمایا کہ

ہم نے وہ رسول پیدا کر دیا

جو اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سناتا ہے لیکن اس میں تزکیہ کی ایسی عظیم الشان طاقت ہے کہ اس بات کا انتظار نہیں کرتا کہ پہلے تعلیم کتاب کرے اور تعلیم حکمت کرے پھر تزکیہ کرے۔ براہ راست اس کی قوت قدسیہ اسی طرح دوسروں میں سرایت کر جاتی ہے جس طرح بجلی کی غیر مرئی شعاعیں بعض دفعہ دوسرے وجود میں سرایت کر رہی ہوتی ہیں یا کسی قسم کی ریڈیائی شعاعیں سرایت کر رہی ہوتی ہیں۔ تو اس کا قرب ہی تزکیہ نفس کا موجب بن جاتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جسے خدا نے جہاں بھی تکرار کی ہے قرآن کریم میں اسی ترتیب کو قائم رکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا یہی رہی اور جواب خدا کا ہمیشہ یہی رہا کہ میں قبول کر دوں گا۔ لیکن زیادہ شان کے ساتھ اس سے زیادہ شاندار وجود عطا کروں گا تیری نسل میں جس کا تو نے تصور باندھا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ جو آج بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تجربے کے مطابق زندہ ہے جس کو آپ نے بارہا ہمارے سامنے بڑی قوت سے بیان کیا وہ ایک الگ مضمون ہے۔ اس کا علم سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کا حکمت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ علم اور حکمت کا قوت قدسیہ سے تعلق ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود جتنا زیادہ تزکیہ کرے گا اتنا ہی زیادہ سچا علم پانے کا بندہ اہل ہوتا چلا جائے گا۔ اتنا ہی زیادہ خدا تعالیٰ کے کلام کی حکمتوں کو سمجھنے کا انسان اہل ہوتا چلا جائیگا۔

یہ ہے وہ کامل مضمون

جس کو اس آیت میں ذراسی ترتیب بدلنے سے بیان کر دیا گیا۔ اسی لئے قرآن کریم میں ایک ایسی آیت رکھی گئی جو اس سے پہلے کسی اور کتاب میں آپ کو نہیں ملتی۔ اور وہ سورۃ بقرہ کی پہلی آیت ہے۔ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ یہ کتاب ہے متقیوں کو ہدایت دینے والی، حالانکہ جتنی دوسری کتابیں ہیں ان کا مطالعہ کر کے دیکھیں وہ کہتی ہیں کہ یہ کتاب ہے متقی بنانے والی۔ اس تعلیم پر عمل کرو گے تو نیک بن جاؤ گے۔ یہ کیا دعویٰ ہے کہ نیکیوں کو ہدایت دینے والی اور معانی کے سوا اس کا تعلق اس آیت سے بھی ہے جو میں نے آپ کو پہلے پڑھ کر سنائی۔ فرمایا یہ تزکیہ کرتا ہے اور تزکیہ کے نتیجے میں انسان کو اس بات کا اہل بنا دیتا ہے کہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا علم حاصل کر سکے جس میں کوئی خامی نہ ہو اور کوئی کجی نہ ہو اور ایسی حکمتوں تک اس کی رسائی ہو جائے کہ جن حکمتوں تک عام انسان کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی جن کا تزکیہ نہ ہو۔

پس علم غیر پاکیزہ انسان کو بھی مل جاتا ہے۔ اور حکمتیں بھی ایک غیر پاکیزہ انسان کسی حد تک سمجھ جاتا ہے۔ لیکن ایک پاکیزہ انسان کا علم اور پاکیزہ انسان کی سمجھی ہوئی حکمتیں ایک بالکل اور مقام رکھتی ہیں ان کا مرتبہ عام دنیاوی علم اور دنیاوی حکمتوں سے بہت زیادہ بلند ہو جاتا ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا اس سے بہت زیادہ مقبول ہوئی ہے جتنا حضرت ابراہیم نے کبھی تصور بھی باندھا تھا۔ اس کو کہتے ہیں اچھی مقبولیت۔ پس جب خدا نے ہمیشہ یہی رحمت و شفقت کا سلوک فرمایا ہے۔ حضرت مریمؑ کی والدہ نے جو دعا مانگی ایک ایسے لڑکے کی دعا تھی جسے وہ گویا یہود کے معابد کے لئے وقف کر دیں گی وہاں بیٹھ کر وہ نیک یہودی عالم بن کر پرورش پائے گا۔ اور جب وہ لڑکا نہیں بلکہ لڑکی ملی تو گھبرا گئیں کہ میں نے تو بڑی دعا مانگی تھی یہ تو عجیب سی مقبولیت ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھے کیا پتہ۔ میں نے تو قبول حسن کیا ہے۔ مریمؑ کے نام سے آئندہ دنیا میں عظیم انقلاب آنے والا ہے۔ اس کی کوکھ سے وہ بچہ پیدا ہوگا جس مسیح کا ساری دنیا انتظار کر رہی تھی۔ تو بعض اوقات دعا قبول ہونے کے وقت بھی انسان کو پتہ نہیں لگ رہا ہوتا کہ کس رنگ میں دعا قبول ہوئی ہے۔ یہ وہ مثالیں آپ کے سامنے رکھ کر میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ

ایک قطعی اصول

ہے کہ خدا قبول فرمائے تو توقع سے بہت بڑھ کر عطا کیا کرتا ہے۔ اس لئے جب آپ اپنے بچوں کو وقف کریں تو اس مذہبی تاریخی پس منظر کو پیش نظر رکھیں۔ سب سے پہلے اپنی نیتیں پاک کریں اور بچپن سے ہی تربیت کرتے وقت ان کو یہ بتائیں کہ وقف کا یہ مضمون ہے۔ اور انہیں خوب سمجھائیں کہ تم بڑے ہو کر میرے اس عہد سے آزاد ہو جاؤ گے تمہیں پھر دوبارہ عہد کرنا ہوگا۔ اور میں ابھی یہ بات کھول دیتا ہوں کہ جن کے وقف قبول ہوئے ہیں اس شرط کے ساتھ قبول ہوئے ہیں اگر بچے بڑے ہوئے اور یہی تمنا ان کے دل میں رہی جو آپ والدین کے دل میں تھی کہ ہم نے ضرور وقف ہونا ہے تو پھر ان کا جائزہ لیا جائے گا۔ اگر جماعت کے لئے وہ مفید وجود ثابت ہوئے کسی رنگ میں تو انہیں قبول کیا جائیگا۔ تو دو قسم کی قبولیتیں پھر سامنے آجائیں گی۔ ایک وہ جو نیتوں کی قبولیت ہوتی ہے۔ خدا کے حضور اور انہیں وہ جزا دے دیتا ہے ایک وہ قبولیت جس کو پھر خدا تعالیٰ اس رنگ میں قبول فرماتا ہے جس کے طور پر اس کی تربیت کا بھی انتظام فرماتا ہے۔ اسے اپنا لیتا ہے۔ اپنے کاموں میں لیتا ہے اسے اس کی قربانگاہیں دکھاتا ہے۔ اس سے عظیم الشان خدمتیں لیتا ہے تو پہلی قسم کی قبولیت میں نے بیان کی ہے وہ تو عموماً جب بھی انسان نیت کرتا ہے وہ اسکو حاصل ہو ہی جاتی ہے۔ اللہ اتنا رحم کرنے والا شفقت کرنے والا ہے۔ کوئی ادنیٰ سا خیال بھی نیکی کا دل میں پیدا ہو تو اس کی جزا اللہ دے دیتا ہے۔ لیکن اب دوسری مقبولیت کے لئے دعا کریں کہ خدا پھر اسے اس شان کے ساتھ قبول کرے کہ اس بچے کی تربیت میں ممد و معاون ہو جائے بلکہ شروع سے ہی اسے اپنا ہی لے خود براہ راست اس کی تربیت فرمائے اور پھر جب وہ بڑا ہو تو اسے اپنا بنا کر اس سے کام لے۔ اسکو بتائے کہ میں نے تجھ سے کیا کیا خدمتیں لینی ہیں۔ اور پھر ان خدمتوں میں اس کو ثابت قدم رکھے اگر ہم ان نیتوں کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے

اپنی نیتوں میں یہ اضافہ کر دیں

کہ اے خدا یہ بچہ جو ہم نے وقف کیا ہے آئندہ اسکی نسلیں بھی وقف ہوں، قیامت تک، جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا تھا رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ ۔ ایک امت پیدا ہو جائے عظیم الشان قوم وجود میں آئے۔ ساری کی ساری واقف زندگی ہو۔ ان نیتوں کے ساتھ اگر آپ دعائیں کرتے ہوئے اپنے بچے وقف کریں تو آپ تصور نہیں کر سکتے کہ آئندہ دنیا پر کتنا بڑا احسان کر رہے ہوں گے۔ کتنے عظیم الشان وجود آپ کی نسلوں سے پیدا ہوں گے آپ کو دعائیں دیں گے۔ آپ پر رحمتیں بھیجیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلوص نیت کو قبول کرتے ہوئے آئندہ بنی نوع انسان کی بھلائی کے سامان پیدا کئے اور خود آپ کی نسل پر آپ کا اتنا بڑا احسان ہوگا کہ شاذ کے طور پر دنیا میں کوئی والدین اپنی نسل پر ایسا احسان کرتے ہیں۔ جیسا ایک وقف کرنے والا اگر خلوص کے ساتھ وقف کرے۔ وہ اپنی نسل پر احسان کرتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی خصوصیات

از محترم مولانا دوست محمد صاحب، شاہد مورخ احمدیت — ربوہ

دلائل سے، دینِ حق کے عقائد کا اثبات اور باطل نظریات کا رد علم کلام کہلاتا ہے۔ گذشتہ تیرہ صدیوں میں ابوالہذیل علافؒ، ابراہیم بن سیار نظامؒ، ابواسحاق اسفرائینیؒ ابن حزمؒ، ابن رشدؒ، امام غزالیؒ علامہ شہرستانیؒ (ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جیسے عظیم متکلمین پیدا ہوئے) امام فخرالدین رازیؒ (جنہوں نے اپنے فہم و فراست کے مطابق اپنے دور میں بہترین دینی خدمات انجام دیں۔ یہ سب بزرگ آسمان دعوت وارشاد کے ستارے تھے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور تیرھویں صدی کے آخر میں ہوا جبکہ برصغیر ہی نہیں ساری دنیا کے مسلمان مغربی فلسفہ، عیسائیت اور دوسرے مذاہب کی جدید لادینی تحریکات کے خوفناک طوفان کی زد میں آگئے تھے، چنانچہ ہندوستان کے مسلم اخبار "منشور محمدی" بنگلور نے ۲۵ رجب ۱۳۰۰ھ کے پرچہ میں لکھا:۔

"سارے مذاہب اور تمامی دین والے یہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح دین اسلام کا چراغ گل ہو۔ اور صرصرِ حوادث کا ایسا زور ہے کہ فی الحقیقت اگر اس چراغِ ہدایت، تُندبادِ دہریت اور کفر سے نہ بچایا جاوے تو کوئی عرصہ میں قیامت نمودار ہوگی"۔ (صـــ۲۱۵ــــ)

مشہور محقق و فاضل علامہ شبلی نعمانی مسلمانانِ عالم کا دردناک نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"عباسیوں کے زمانہ میں اسلام کو جس خطرہ کا سامنا ہوا تھا آج اُس سے کچھ بڑھ کر اندیشہ ہے، مغربی علوم گھر گھر پھیل گئے ہیں اور آزادی کا یہ عالم ہے کہ پہلے زمانہ میں حق کہنا اسقدر سہل نہ تھا جتنا آج ناحق کہنا آسان ہے۔ مذہبی خیالات میں عموماً بھونچال سا آگیا ہے۔ نئے تعلیم یافتہ بالکل مرعوب ہوگئے ہیں۔ قدیم علماء عزلت کے دریچے سے کبھی سر نکال کر دیکھتے ہیں تو مذہب کا افق غبار آلود نظر آتا ہے۔ ہر طرف سے صدائیں آرہی ہیں کہ پھر ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے"۔ (علم الکلام صـــ۳ـــ)

یہ جدید علم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم فرمایا جس کی پہلی خصوصیت یہ تھی کہ اس کی بنیاد خدا کے حکم سے ایک مامور ربانی اور مصلح آسمانی نے رکھی کیونکہ زمانہ تقاضا کررہا تھا کہ کوئی چاند طلوع ہو جو آفتابِ نبوت، شہنشاہ نبوت حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی حاصل کرکے تاریکیوں کو پاش پاش کردے جیسا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی بھی حیرت انگیز رنگ میں اعتراف کرتے ہیں۔ تحریر کرتے ہیں:۔

"زمانہ بالکل بدل چکا تھا اور علم و عقل کی دنیا میں ایسا عظیم تغیر واقع ہو چکا تھا۔ جس کو خدا کی نظر تو دیکھ سکتی تھی مگر کسی غیر نبی انسان کی نظر میں یہ طاقت نہیں تھی کہ قرنوں اور صدیوں کے پردے اٹھا کر ان تک پہنچ سکتی"۔ (تنقیحات ـــ صـــ۲۷ـــ)

اسی طرح مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی کو بھی مسلّم ہے کہ:۔

"اس عہد کا سب سے بڑا واقعہ جس کو کوئی مورخ اور کوئی مصلح نظر انداز نہیں کرسکتا۔ وہ یہ تھا کہ اس زمانہ میں یورپ نے عالم اسلام پر یا لعموم اور ہندوستان پر بالخصوص یورش کی تھی ... عالم اسلام، ایمان، علم، مادی طاقت میں کمزور ہو جانے کی وجہ سے اس کی خیرہ و مسیح مغربی طاقت، کا آسانی سے شکار ہوگیا ... دوسری طرف عالم اسلام مختلف دینی و اخلاقی بیماریوں اور کمزوریوں کا شکار تھا اس کے چہرہ کا سب سے بڑا داغ وہ شرک جلی تھا جو اس کے گوشہ گوشہ میں پایا جاتا تھا ... بدعات کا گھر گھر چرچا تھا خرافات اور توہمات کا دور دورہ تھا یہ صورت حال ایک ... دینی مصلح اور داعی کا تقاضا کررہی تھی ... ایک ایسے نازک وقت میں عالم اسلام کے نازک ترین مقام ہندوستان میں جو ذہنی و سیاسی کشمکش کا خاص میدان بنا ہوا تھا مرزا غلام احمد صاحب اپنی دعوت اور تحریک کے ساتھ سامنے آتے ہیں"۔ (قادیانیت صـــ۲۱۸ـــ۔ ۲۲۱)

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

دوسری خصوصیت اس جدید علم کلام کی یہ ہے کہ دوسرے متکلمین کی طرح اس کی بنیاد محض عقلی اور نقلی دلائل پر نہیں بلکہ وحی ربانی اور آسمانی نشانوں پر رکھی گئی ہے۔ علم کلام کی پوری تاریخ میں حضرت مسیح موعود ہی واحد متکلم اسلام ہیں جنہوں نے دنیا بھر میں منادی کی کہ زندہ خدا اسلام کا خدا ہے زندہ کتاب قرآن مجید اور زندہ نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت اقدس نے یہ پرشوکت اعلان فرمایا:۔

"میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے۔ اور اُسی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذاہب مردے، اُن کے خدا مردے اور خود وہ تمام پیرو مردے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں ... اور میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسیٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے"۔ (ضمیمہ انجام آتھم صـــ۶۱ـــ، ۶۲)

اسی سلسلہ میں حضور نے پوری غیر مسلم دنیا کو قبولیت دعا میں مقابلہ کا چیلنج دیا نیز نشان نمائی کے لئے عالمگیر سطح پر بار بار دعوت دی۔ خصوصاً عیسائی لیڈروں کو للکارا کہ:

"اٹھو عیسائیو! اگر کچھ طاقت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے بے شک ذبح کردو"۔

(اس طرح دین عیسائی کے چار سہارے کیا جواب

خطبہ جمعہ مسلسل

تو اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں قربانی کے اُن مضامین کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے نتیجے میں ہم حقیقی واقفین کی زندگیاں خدا کے حضور پیش کرنے والے ہوں جن میں انانیت کا کوئی ادنی سا شائبہ بھی باقی نہ رہے۔ یاد رکھیں کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہمیں ایک انکساری کا سبق بھی دے رہی ہے۔ ابراہیمؑ سے بڑھ کر کون تھا متقی اُس زمانے میں! اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شاذ ہی کوئی ہوگا۔ ہمارے علم میں نہیں، کہ جو ابراہیمؑ جیسا اعلیٰ تقویٰ رکھتا ہو۔ اس کے باوجود کس عاجزی سے عرض کررہے ہیں کہ تقبل منا۔ وَ تُبْ عَلَيْنَا۔ دوباتیں انہوں نے پیش کی ہیں۔ کہ اے خدا! مجھے پتہ نہیں کہ میں اس لائق بھی ہوں کہ میرا وقف تیرے حضور قبول ہو میں نہیں جانتا کہ میرا بچہ بھی اس لائق ہے کہ اس کا وقف تیرے حضور قبول ہو۔ اس لئے عرض ہے یہ مضمون تُبْ عَلَيْنَا سے کھل جاتا ہے عرض کیا ہے میں جانتا ہوں، میرے علم میں ہے کہ ہم میں بہت سی کمزوریاں ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میں قبول کئے جانے کے لائق نہیں، میرا بچہ قبول کئے جانے کے لائق نہیں، ایک ہی صورت ہے کہ تُب علینا۔ ہماری توبہ قبول فرما اور تب علینا کا مطلب ہے کہ رحمت کے ساتھ رجوع فرما، پردہ پوشی فرما۔ ہمارے گناہوں سے درگذر فرما، اَنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ تو بار بار توبہ قبول کرنے والا ہے، بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔

یہ دُعا اپنے اندر ایک عظیم الشان انکسار رکھتی ہے

اور دعا کرنے والا خدا تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نبی ہے۔ انبیاء میں اُس کو ایک خاص مرتبہ حاصل ہے۔ تو اگر ایک عام انسان وقف کرے اور یہ سمجھے کہ بس اب میں نے جماعت کے اوپر احسان کردیا۔ اب میں نے خدا پر احسان رکھ دیا اب اور کیا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ! میں نے وقف کردیا، اب چھٹی ہوئی۔ یہ بات نہیں ہوگی۔ ابراہیمؑ والا انکسار آپ کو پیدا کرنا ہوگا۔ وقف کرتے ہوئے یہ خوف دامنگیر ہو جانا چاہیئے کہ کیا تو نے پیر کیا کیا؟ اس لائق بھی ہے کہ نہیں کہ خدا اُسے قبول کرے اور یہ جانتے ہوئے کہ لائق نہیں ہے کامل انکسار اور عجز کے ساتھ خدا کے حضور یہ التجائیں کریں کہ اے خدا ہمیں پتہ ہے یہ کچھ بھی نہیں، ہم جانتے ہیں کہ ہم کیا ہیں۔ کس حال پر کھڑے ہیں۔ تو قبول فرما۔ اس طرح قبول فرمالے کہ توبہ بھی قبول فرما لے۔ بخشش فرما۔ کمزوریوں کو نظر انداز فرما اور ان کو آئندہ دور کرنے کا انتظام فرما۔

تو یہ انکسار اگر دعاؤں میں شامل ہوگیا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہم آئندہ ایک صدی نہیں بلکہ آئندہ ہر آنے والی صدی پر، ایک عظیم احسان کر رہے ہوں گے اور خدا سے جو ہم پر احسان کیا ہوگا، وہ اُن پر رحمتیں اور فضلوں کی بارشیں بن کر برستا رہے گا۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین ؞

اس کے علاوہ حضور نے برطانوی حکومت کے سامنے یہ تجویز پیش فرمائی کہ تمام مذاہب کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے جس میں ہر نمائندہ اپنے مذہب کا خوبی اور نشان پیش کرے فرمایا۔

"اگر اس جلسہ کے بعد ... ایک سال کے اندر میرے نشان تمام دنیا پر غالب نہ ہوں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ میں راضی ہوں اس جرم کی سزا میں سولی دیا جاؤں اور میری ہڈیاں توڑ دی جائیں" (تریاق القلوب بحوالہ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۹۹۔)

مگر کسی کو مرد میدان بننے اور آپ کے سامنے دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی حضرت اقدس علیہ السلام کے قلم مبارک سے اسی کے قریب پُر معارف کتب نکلی ہیں۔ جن میں اعجاز زمانی کا یہ پہلو پوری شان سے جلوہ گر ہے اور آپ کے ہاتھ سے ظاہر ہونے والے آسمانی نشانات بحر ذخار کی طرح موجیں مار رہے ہیں۔

تیسری خصوصیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی یہ ہے کہ وہ دین حق کے تمام بنیادی اور اہم مسائل پر حاوی ہے۔ ہستی باری تعالیٰ، ملائکہ تقدیر، وحی انہام، دعا اور دوزخ و جنت کے فلسفہ اور حقیقت کے متعلق حضور نے جو تصریحات فرمائی ہیں وہ حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جن سے نیچریت اور دوسرے ملحدانہ تصورات کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھر جاتی ہیں۔ آپ کے علم کلام نے دنیائے تفسیر میں ایک تغیر عظیم برپا کر دیا ہے۔ آپ نے یقینی اور قطعی دلائل سے ثابت کیا کہ قرآن مجید سنت رسول اور حدیث رسول پر مقدم ہے اس کے لفظ لفظ اور سطر سطر میں ایک بے نظیر ترتیب اور آفاقی نظام پایا جاتا ہے۔ وہ یقینی اور قطعی طور پر کلام الٰہی ہے۔ اور بباعث اپنے اعجاز کے کبھی تبدیلی اور تحریف سے پاک ہے اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے" (اشتہارات حضرت مسیح موعود جلد ۲ صفحہ ۵۹) حضور نے اس نظریہ کی پورے زور اور قوت سے تردید فرمائی کہ قرآن کریم کے دقائق و معارف بس وہی ہیں جو پہلوں نے دریافت کر لیے ہیں۔ آپ نے ثابت کیا کہ دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو خدا نے پیدا کی ہو اور اس میں بے انتہا عجائبات نہ پائے جائیں حتیٰ کہ اگر ایک مکھی کے خواص اور عجائبات کی قیامت تک تفتیش وتحقیق کرتے جائیں تو بھی کبھی ختم نہیں ہو سکتی تو کیا قرآن کریم کے خواص و عجائبات کسی چیز سے بھی کم ہیں؟ نیز فرمایا:۔

"جاننا چاہیئے کہ کھلا کھلا اعجاز قرآن شریف کا جو ہر ایک قوم اور ہر ایک اہل زبان پر روشن ہو سکتا ہے جس کو پیش کر کے ہم ہر ایک ملک کے آدمی کو خواہ ہندی ہو یا پارسی یا یورپین یا امریکن یا کسی اور ملک کا ہو ملزم و ساکت و لاجواب کر سکتے ہیں۔ وہ غیر محدود معارف و حقائق و علوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اس زمانہ کی حاجت کے موافق کھلتے جاتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔

"کوئی شخص برہمو یا بدھ مذہب والا یا آریہ یا کسی اور رنگ کا فلسفی کوئی ایسی الٰہی صداقت نکال نہیں سکتا۔ جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۵ تا ۳۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنی تفسیر کے بنیادی اصولوں کی بھی نشاندہی فرمائی اور ان تمام اسرائیلی روایات کو غلط قرار دیا جو قدیم لٹریچر میں تفسیر کے نام پر داخل ہو چکی تھیں اور جن سے عصمت انبیاء شرمناک حد تک مجروح ہوتی تھی۔ آپ نے واضح فرمایا کہ سب نبی پاک، معصوم اور منزہ ہیں اور معصوموں اور مقدس کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسی لیے شفاعت کا تاج اسی برگزیدہ نبی کو عطا کیا گیا ہے۔ اور نجات بھی آپ ہی کی غلامی سے وابستہ ہے۔ یورپ کے نام نہاد مفکر غلامی، تعدد ازدواج جہاد اور پردہ کی آڑ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک اعتراضات کرتے تھے حضور نے ان مسائل کی ایسی دلکش تشریح فرمائی کہ قرآن اور مجسم قرآن دونوں کی حقانیت پر گویا دن چڑھ گیا۔

چوتھی خصوصیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم کلام کی یہ ہے کہ آپ نے یہ نظریہ پیش کر کے کہ مذہب خدا کا قول ہے اور سائنس خدا کا فعل مسلمانوں کے لئے فکر و اجتہاد کی بے شمار راہیں کھول دیں۔ آپ کے زمانہ میں مسلم زعماء کا ایک خاصہ طبقہ علوم جدیدہ کا شدید مخالف تھا اور سائنس اور اسلام کو دو متضاد چیزیں سمجھتا تھا۔ ہندوستان میں سرسید مرحوم کو اسی بناء پر کافر قرار دیا گیا کہ قوم کو مغربی علوم سکھلانا چاہتے ہیں۔ مصر میں پین اسلام ازم کے بانی جمال الدین افغانی زمین کا کرہ دکھانے کی پاداش میں مسجد سے نکال دیئے گئے۔ ترکی میں شیخ الاسلام عطاء اللہ آفندی نے مغربی آلات حرب کے خلاف فتویٰ دیا اور سرزمین عرب میں مغربی علوم و فنون کو ناجائز اور نقل و حرکت کے وسائل اور سائنس کی دیگر ایجادات، واختراعات کو بدعت کہا گیا اور جیسا کہ علامہ مناظر احسن گیلانی نے "اسلامی معاشیات" میں لکھا ہے جب پہلی بار ٹیلی فون کو عرب میں داخل کیا گیا تو نجد کے سپاہیوں نے اس کو شیطانی آلہ کہتے ہوئے اس کی سخت مخالفت کی اور بات کرنے سے انکار کر دیا۔ (مقام جمال الدین افغانی صفحہ ۱۹) تاریخ افکار و سیاسیات اسلامی صفحہ ۲۲۶ از عبدالوحید خاں۔ سوانح حیات سلطان ابن سعود صفحہ ۲۶۳ از سید سردار محمد حسنی)

اللہ تعالیٰ کے بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہوں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کہ آپ کے جدید علم کلام کے وسیع اور مبارک اثرات رونما ہو رہے ہیں اور خدا کے فضل سے مسلمان ممالک کی سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کی طرف خصوصی توجہ روز بروز بڑھتی چلی رہی ہے گو ان کی نظر حضرت مسیح موعود کے اس بلند نصب العین تک نہیں پہنچ سکی جو علوم جدیدہ کی تحصیل میں آپ نے متعین فرمایا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

"ضرورت ہے کہ آج کل دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرو اور بڑی جد و جہد سے کام لو۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۲۹)

اسی نصب العین کے پیش نظر حضور نے خبر دی کہ:۔

"حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں، کیسے ہی نئے نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں۔ مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔ میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے جس علم کی رو سے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفۂ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائیگا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کو جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ اس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵۴ حاشیہ)

پانچویں خصوصیت اس جدید علم کلام کی یہ ہے کہ اس میں دین حق کو جملہ غیر مذاہب باطل تحریکات اور رازوں پر علمی اعتبار سے غالب کر دینے کی اعجازی طاقت ہے۔ جس کا علمی تجربہ اور مشاہدہ احمدیت کی پہلی صدی کے آغاز میں بھی بارہا کیا جا چکا ہے بطور مثال چند ناقابل تردید شہادتیں ملاحظہ ہوں۔

مولانا ابوالکلام صاحب آزاد نے اخبار "وکیل" ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء میں لکھا:۔

"غیر مذاہب کی تردید اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اترا۔ ان کی ایک کتاب براہین احمدیہ نے غیر مسلموں کو مرعوب کر دیا اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے اور مذہب کی پیاری تصویر کو ان آلائشوں اور گرد و غبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جو جاہل کی توہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دیئے تھے۔ غرضکہ اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی مذہبی دنیا میں گونج پیدا کر دی جس کی صدائے بازگشت ہمارے کانوں میں اب تک آرہی ہے۔"

مولانا نور محمد صاحب نقشبندی چشتی مالک اصح المطابع دہلی فرماتے ہیں:۔

"ولایت کے انگریزوں نے روپے کی بہت بڑی مدد کی اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا۔ .. تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور پادری (لیفرائے) اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو چکا ہے اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں۔ اس ترکیب سے اس نے نصرانیوں کو اتنا تنگ کیا کہ ان کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لیکر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی" (دیباچہ صفحہ ۳۰ بر ترجمہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی)

راولپنڈی کے اخبار چودھویں صدی (یکم فروری ۱۸۹۷ء) نے لاہور میں منعقدہ جلسہ مذاہب عالم پر ریویو کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تاریخی لیکچر

(باقی صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ کیجیئے)

بقیہ صفحہ اوّل

کے عنوان پر تقریر فرمائی۔

اللہ تعالیٰ محترم موصوف کے اس جماعتی سفر کو ہر جہت سے بابرکت اور نتیجہ خیز بنائے۔ اور بیش از بیش مقبول خدمت سلسلہ کی توفیق عطا کرے آمین ٭

آخری قسط

قرآن کریم کی پیشگوئیاں زمانہ حاضر کے متعلق

تقریر مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل نائب ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ بر موقع جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۸۶ء

قادیان، مسجد اقصیٰ اور منارۃ المسیح کے متعلق پیشگوئیاں

سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہٗ۔

اس آیت کریمہ میں بعد مکانی کے لحاظ سے بیت المقدس مسجد اقصیٰ ہے لیکن بعد زمانی کے لحاظ سے قادیان میں مسیح موعودؑ کی مسجد مسجد اقصیٰ ہے اور حدیث نبوی کے مطابق دمشق کے مشرقی جانب اسی مسجد اقصیٰ کا منارۃ المسیح ہے جس کے ساتھ بڑی برکات وابستہ ہیں بارکنا حولہٗ کے الفاظ میں اس کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ اور اس طرح قادیان کا ذکر اس آیت میں موجود ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس حقیقت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:—

"براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ کا یہ کلام جو میری زبان پر جاری کیا گیا تھا۔ یعنی یہ کہ انا انزلناہ قریبًا من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق اللہ ورسولہٗ وکان امر اللہ مفعولًا دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸ یعنی ہم نے اس مسیح موعود کو قادیان میں اتارا ہے اور وہ ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا گیا اور ضرورت حقہ کے ساتھ اترا خدا نے قرآن میں اور رسول نے حدیث میں جو کچھ فرمایا تھا وہ اس کے آنے سے پورا ہوا اس الہام کے وقت جیسا کہ میں کئی دفعہ لکھ چکا ہوں مجھے کشفی طور پر یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ یہ الہام قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ اور اس وقت عالم کشف میں میرے دل میں اس بات کا یقین تھا کہ قرآن شریف میں تین شہروں کا ذکر ہے۔ یعنی مکہ اور مدینہ اور قادیان کا۔ اس بات کو قریبًا بیس برس ہو گئے جب کہ میں نے براہین احمدیہ میں لکھا تھا۔ اب اس رسالہ کی تحریر پر مجھ پر منکشف ہوا کہ جو کچھ براہین احمدیہ میں کشفی طور پر میں نے لکھا یعنی یہ کہ اس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ درحقیقت یہ صحیح بات ہے۔ کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ قرآن شریف کی یہ آیت کہ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہٗ معراج مکانی اور معراج زمانی دونوں پر مشتمل ہے۔ اور بغیر اس کے معراج ناقص رہتا ہے۔ پس جب کہ سیر مکانی کے لحاظ سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد الحرام سے بیت المقدس تک پہنچا دیا تھا ایسا ہی سیر زمانی کے لحاظ سے آنجناب کو شوکت اسلام کے زمانہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا برکات اسلامی کے زمانہ تک جو مسیح موعود کا زمانہ ہے پہنچا دیا۔ پس اس پہلو کے رو سے جو اسلام کے انتہاء زمانہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سیر کشفی ہے۔ مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے۔ جو قادیان میں واقع ہے جس کی نسبت براہین احمدیہ میں خدا کا کلام یہ ہے مبارکٌ ومبارکٌ وکل امرٍ مبارکٍ یجعل فیہ اور یہ مبارک کا لفظ جو بصیغہ مفعول اور فاعل واقع ہوا ہے۔ قرآن شریف کی آیت بارکنا حولہٗ کے مطابق ہے۔ پس کچھ شک نہیں کہ قرآن شریف میں قادیان کا ذکر ہے۔"

(خطبہ الہامیہ حاشیہ صفحہ ۲۱)

نیز فرمایا:—

"قدیم سے مسیح موعود کا قدم اس بلند مینار پر قرار دیا گیا ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی عمارت اونچی نہیں۔ اسی کی طرف براہین احمدیہ کے اس الہام میں اشارہ ہے جو کتاب مذکور صفحہ ۵۲۲ میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد"۔ ایسا ہی مسیح موعود کی مسجد بھی مسجد اقصیٰ ہے۔ کیونکہ وہ صدر اسلام سے دور تر اور انتہائی زمانہ پر ہے اور ایک روایت میں خدا تعالیٰ کے پاک نبی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ مسیح موعود کا نزول مسجد اقصیٰ کے شرقی منارہ کے قریب ہوگا۔"

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۹)

نیز فرمایا:—

"بعض احادیث میں یہ پایا جاتا ہے کہ دمشق کے مشرقی طرف کوئی منارہ ہے جس کے قریب مسیح کا نزول ہوگا۔ سو یہ حدیث ہمارے مطلب سے کچھ منافی نہیں ہے۔ کیونکہ ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ ہمارا یہ گاؤں جس کا نام قادیان ہے۔ اور ہماری یہ مسجد جس کے قریب منارہ تیار ہوگا دمشق کے مشرقی طرف ہی واقع ہیں۔ حدیث میں اس بات کی تصریح نہیں کہ وہ منارہ دمشق سے ملحق اور اس کی ایک جزو ہوگا۔ بلکہ اس کی شرقی طرف واقع ہوگا۔ پھر دوسری حدیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ مسجد اقصیٰ کے قریب مسیح کا نزول ہوگا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ منارہ بھی مسجد اقصیٰ کا منارہ ہے۔"

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۹ حاشیہ)

فرمایا:—

"جس خدا نے منارہ کا حکم دیا ہے اس نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اسلام کی مردہ حالت میں۔ اس جگہ سے زندگی کی روح پھونکی جائے گی۔ اور یہ فتح نمایاں کا میدان ہوگا۔"

(تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۲۸)

نیز فرمایا:—

"مسیح موعود کا حقیقی نزول یعنی ہدایت اور برکات کا دنیا میں پھیلانا یہ اس پر موقوف ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو یعنی منارہ تیار ہو۔"

مزید فرمایا:—

"سو ابتداء سے یہ مقدر ہے کہ حقیقت مسیحیہ کا نزول جو نور اور یقین کے رنگ میں دلوں کو پھیرے گا منارہ کی تیاری کے بعد ہوگا۔"

(اشتہار یکم جولائی ۱۹۰۰ء)

ایک ایمان افروز واقعاتی موازنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تحریرات اس وقت کی ہیں جب کہ منارۃ المسیح کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ بعدہٗ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اور ۱۹۲۳ء میں حضور کے حسن و احسان میں نظیر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ذریعہ اس کی تکمیل ہوئی۔ اس کے بعد مجلس احرار قائم ہوئی جس نے منارۃ المسیح اور مسجد اقصیٰ اور قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا دعویٰ کیا اور اپنے مخالفانہ جلسوں میں اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ ؎

جس منارے سے ہے رہیں مُوتے
اُسی مناروں جا کے دعا دیاں گے

اور اس ناپاک مقصد کے لئے انہوں نے ۱۹۳۴ء میں قادیان میں ایک بہت بڑا جلسہ بھی کیا۔ اور منارۃ المسیح کو گرانے کے لئے بڑی بڑی سازشیں کیں مگر سب ناکام ہو گئیں اسی سال حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کا اجراء فرمایا جس کے نتیجہ میں منارۃ المسیح کی روحانی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی۔ اور غلبہ اسلام کے مضبوط مراکز دنیا میں قائم ہونے لگے۔ اسی سال حضور نے فرمایا تھا کہ

"میں احرار کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتی دیکھ رہا ہوں۔"

چنانچہ ۱۹۴۷ء کے ٹھیک تیرہ سال بعد

۱۹۴۷ء میں ایک ایسا انقلاب آیا کہ مجلس احرار اور ان کے ہمنوا اپنی مساجد اور منارے چھوڑ کر نہ صرف قادیان سے بلکہ پورے مشرقی پنجاب سے نکل گئے اور ان کے پاؤں تلے سے ایسی زمین نکلی کہ چالیس سال کا عرصہ گذر رہا ہے نہ ان کے مناروں پر اذانیں ہوتی ہیں اور نہ اُن کی مساجد میں نمازیں ہوتی ہیں۔ اور اس علاقہ میں زیارت کے لئے بھی کوئی احراری دکھائی نہیں دیتا۔ مگر قادیان کے شعائر اللہ کی عزت وحرمت خدائی وعدوں کے مطابق دن بہ دن بڑھتی چلی جارہی ہے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ قرآن کریم کی پیشگوئی بارکنا حولہٗ کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:-

”یہ منارہ مسیح موعود کے احقاق حق اور صرف ہمت اور اتمام حجت اور اعلاءِ ملت کی جسمانی طور پر تصویر ہوگا۔“

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۲ حاشیہ)

اس میں شک نہیں کہ قادیان کے شعائر اللہ پر بھی بڑے بڑے ابتلاء آئے ۱۹۴۷ء کا ابتلاء بھی بڑا سخت تھا۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں ہندو پاکستان کی جنگوں میں بھی بڑی نازک صورت حالات پیدا ہوگئی تھی۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ہر موقعہ پر تائید ونصرت فرمائی اور درویشانِ قادیان شعائر اللہ سے ایک منٹ کے لئے بھی جدا نہ کئے جا سکے۔ بلکہ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد حکومت ہند نے بھی قادیان کی والہانہ مذہبی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ قابل تحسین و تشکر یہ فیصلہ کیا کہ آئیندہ چاہے کیسے بھی ملکی حالات پیش آئیں۔ قادیان کے درویشان کو قادیان اور شعائر اللہ سے جُدا نہیں کیا جائے گا۔

پس یہ ایک نہایت ایمان افروز موازنہ ہے کہ ایک طرف ان شعائر اللہ کی تقدیس ہے جو قرآن کریم احادیث نبوی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں بیان کی گئی ہے۔ اور دوسری طرف مجلس احرار کی تعلّیاں اور تدبیریں ناکام پڑی ہیں اور تیسری طرف وہ مشاہدہ ہے جو تمام کرۂ ارض پر جماعتِ احمدیہ کا عزت وعظمت کے ساتھ پھیل جانا ہے۔

پس یہ ہے قادیان، مسجد اقصیٰ، منارۃ المسیح کی مذہبی تاریخی اور واقعاتی عظمت جس کی پیشگوئی قرآن کریم کی اس آیت میں موجود ہے کہ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہٗ۔

دو آسمانی گواہ

قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ (القیامۃ)

یعنی جب نظر پتھرا جائے گی اور چاند کو گرہن ہوگا اور سورج اور چاند دونوں کو گرہن کی حالت میں جمع کر دیا جائے گا۔ اس وقت انسان کہے گا کہ اب میں بھاگ کر کہاں جاسکتا ہوں۔

اس پیشگوئی کی تفصیل حدیث نبوی میں موجود ہے فرمایا میرے مہدی کے دو ایسے نشان ہیں کہ جب سے زمین وآسمان پیدا ہوئے ہیں کسی مامور کے لئے ظاہر نہیں ہوئے کہ تیرھویں چاند اور اٹھائیسویں سورج گرہن ہوگا۔ اور وہ رمضان کا مہینہ ہوگا۔ (دار قطنی)

چنانچہ ۱۸۹۴ء کو معینہ تاریخوں میں دو گواہوں کی مانند یہ نشان آسمان پر ظاہر ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی تحدی سے انحاشی چیلنجوں اور حلفیہ بیانات کے ساتھ اس نشان کو اپنی صداقت کے لئے دُنیا کے سامنے پیش کیا اور فرمایا:-

”مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے میری تصدیق کے لئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا ہے ...... مجھے ایسا نشان دیا گیا ہے جو آدم سے لے کر اس وقت تک کسی کو نہیں دیا گیا۔ غرض میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہو کر قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ نشان میری تصدیق کے لئے ہے۔“

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۳)

؎

آسماں میرے لئے تونے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

غلبۂ اسلام

سورۃ الصف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ۔

یعنی وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور سچا دین دے کر بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اس آیت کریمہ کے متعلق مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ یہ غلبۂ اسلام مسیح موعود اور مہدی معہود کے ذریعہ سے ہوگا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غلبہ اسلام کے لئے جب اپنا دعوےٰ دُنیا کے سامنے پیش کیا تو آپ اکیلے تھے۔ ایک سے ایک سو ہوئے ایک سو سے ایک ہزار ہوئے ایک ہزار سے ایک لاکھ ہوئے اور ایک لاکھ سے بڑھ کر اب ایک کروڑ سے بھی زیادہ تعداد میں کرہ ارض پر احمدی موجود ہیں۔ اور جب یہ تعداد ایک ارب سے زیادہ ہو جائے گی تو ہر طرف اسلام ہی اسلام اور احمدیت ہی احمدیت ہوگی اور غلبہ اسلام کی پیشگوئی پوری ہو چکی ہوگی۔

؎

یاالٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس غلبہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس خدا کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا .... ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور دُنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔“ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۵)

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ حالی دقالی و بینصلی۔

بقیہ صفحہ ۸

اسلامی اصول کی فلاسفی کے شاندار اثرات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:-

”عمر بھر کانوں نے ایسا خوش کُن لیکچر نہیں سُنا ...... مرزا صاحب کا بہ ہیئتِ مجموعی ایک مکمل اور جاری لیکچر تھا جس میں بے شمار معارف وحقائق وحِکَم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہلِ مذاہب ششدر رہ گئے۔“

اسی طرح کلکتہ کے اخبار جنرل و گوہر آصفی نے ۲۴ر جنوری ۱۸۹۷ء کے پرچہ میں اس جلسہ کی مفصل رپورٹ سپرد اشاعت کی اور اپنے ”مقدس زمرہ علماء“ کی سرد مہری اور ان کی ”سرد“ تقریروں کا شکوہ کرنے کے بعد لکھا۔

”صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدانِ مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے ...... اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچی فطرتی جوش سے کہہ اُٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام مضمون پر حق الامر معاندین کی زبان پر یوں جاری ہو چکا کہ اب اسلام کی حقیقت کھُلی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انقلاب آفریں عظیم کلام کی بے شمار خصوصیات میں سے صرف پانچ خصوصیات کو بیان کرنے کے بعد میں حضرت اقدس ہی کے الفاظ میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:-

”آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں اور آسمان جوش میں ہے کہ اس قدر آسمانی نشانات ظاہر کرے کہ اسلام کی فتح کا نقارہ ہر ایک ملک میں اور ہر ایک حصہ دُنیا میں بج جاوے۔ اے قادر خدا تو جلد وہ دن لا کہ جس فیصلہ کا تو نے ارادہ کیا ہے وہ ظاہر ہو جائے اور دُنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے رسول کی فتح ہو۔“

؎

اس دیں کی شان وشوکت یارب مجھے دکھا دے
سب جھوٹے دیں مٹادے میری دُعا یہی ہے

٭

مسئلہ ختم نبوت

شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال اور اسد اللہ خان غالب کی نظر میں

از مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر مبلغ سلسلہ

جماعت احمدیہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ہی معنوں میں خاتم النبیین یقین کرتی ہے جن معنوں میں بزرگان و ائمہ سلف یقین کرتے تھے۔ اور جن معنوں میں کمالات نبوت کو بزرگان و ائمہ سلف قرآن اور احادیث کی روشنی میں جاری قرار دیتے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی خاتمیت نبوت کی شان کے منافی نہیں سمجھتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہی کمالات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت اور کامل پیروی سے پانے کا دعویٰ فرمایا ہے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاتم النبیین ہونے کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ:-

كُنْتُ مَكْتُوْبًا عِنْدَ اللّٰهِ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ۔

(مسند احمد بن حنبل و کنز العمال جلد ۶ صد ۱۱۲)

کہ میں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے حضور خاتم النبیین تھا جب آدم ابھی پانی اور کیچڑ میں لت پت تھا۔ اسی طرح جب آنحضور کے فرزند حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی تو آپ نے فرمایا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا۔ کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور سچا نبی ہوتا۔ یہ حدیث آپ نے آیت خاتم النبیین کے نزول کے پانچ سال بعد ارشاد فرمائی۔ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اگر نبوت بند ہوتی تو آپ بجائے اس کے یہ فرماتے کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ بنتا اس لئے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ لیکن آپ کا یوں نہ فرمانا بتاتا ہے کہ نبوت وہی بند ہے جو شریعت والی ہو۔ غیر شرعی نبوت جاری ہے۔ خاتم النبیین کے یہی معنے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی کئے جیسا کہ آپؓ نے فرمایا۔ قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ ۔ کہ اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تو کہو لیکن یہ مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ان تمام ارشادات سے یہ بات آفتاب عالمتاب کی طرح واضح ہوتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تشریعی نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہے البتہ غیر تشریعی نبوت جاری ہے۔ اور گذشتہ چودہ سو سال میں علماء ربانی مجددین اور بزرگان امت نے خاتم النبیین کے یہی معنے کئے ہیں۔

بانی سلسلہ احمدیہ کا عقیدہ

آپؑ فرماتے ہیں :-

"یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطل کرے بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔"

(الوصیت حاشیہ صد ۱۲)

"نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لاوے کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق جائز نہیں جب تک اس کو امتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا نہ کہ براہ راست۔"

(تجلیات الٰہیہ صد ۹)

"لعنت ہے اس شخص پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے مگر یہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے نہ کوئی نئی نبوت جس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی دکھلائی جائے۔"

(چشمہ معرفت صد ۳۲۵)

ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلین
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

ہندوستان کے دو عظیم شعراء یعنی شاعر مشرق علامہ اقبال اور اسد اللہ خان غالب جنہوں نے دنیائے ادب میں شہرت دوام حاصل کی نے بھی عقیدہ ختم نبوت کی من وعن یہی تشریح کی ہے۔ اور بزرگان و علماء سلف کی تتبع میں ختم کے معنی اعلیٰ و ارفع مقام کے کئے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:-

علامہ اقبال اور ضرورت مصلح

شاعر مشرق علامہ اقبال پروفیسر نکلسن کے نام اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں:-

"ہمیں ایک ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو ہمارے معاشرتی مسائل کی پیچیدگیاں سلجھائے اور بین الملی اخلاق کی بنیاد مستحکم اور استوار کرے۔"

(مکاتیب اقبال صد ۴۶۰-۴۶۱)

ایک اور مقام پر یوں رقمطراز ہیں:-

"کاش کے مولانا نظامی کی دعا اس زمانہ میں قبول ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں۔"

مسلمانوں کی زبوں حالی اور تنزل و انحطاط کو دیکھ کر آپ لکھتے ہیں :-

"اگر موجودہ حالات زندگی پر غور و فکر کیا جائے کہ جس طرح اس وقت ہمیں تائید اصول مذہب کے لئے ایک جدید علم کلام کی ضرورت ہے اسی طرح قانون اسلامی کی جدید تفسیر کے لئے ایک بہت بڑے فقیہہ کی ضرورت ہے جس کے قوائے عقلیہ و متخیلہ کا پیمانہ اس قدر وسیع ہو کہ وہ مسلمات کی بناء قانون اسلامی کو نہ صرف ایک جدید پیرائے میں مرتب و منظم کر سکے بلکہ تخیلی کے زور سے اصول کو ایسی وسعت دے سکے جو حال کے تمدنی تقاضوں کی تمام ممکن عنود توہما پر حاوی ہو۔"

(بعنوان قومی زندگی مخزن اکتوبر ۱۹۰۴ء)
(مضامین اقبال صد ۵۲-۵۱)

آپ کا یہ اقتباس اس امر کی وضاحت کر رہا ہے کہ ڈاکٹر صاحب ختم نبوت کے ان ہی معنوں کے قائل تھے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی المسیح الموعود علیہ السلام اور دیگر علمائے ربانی کرتے آئے ہیں۔ آپ ایک اور مقام پر تحریر کرتے ہیں :-

"کامل انسان کے بغیر سوسائٹی معراج کمال کو نہیں پہنچ سکتی اور اس غرض کے لئے محض عرفان اور محض حقیقت آگاہی کافی نہیں بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے۔ جیسے یوں کہنا چاہیئے کہ یہ تمغہ حل کرنے کے لئے ہم نور و فراست دونوں کے محتاج ہیں غالباً عہد حاضر کے معاشرتی مسائل کا فلسفیانہ فہم و ادراک بھی وقت کی اہم ترین ضرورت نہیں ہمیں معلم بھی چاہیئے اور پیغمبر بھی .... غالباً ہمیں ایک مسیح کی ضرورت ہے۔"

(کتاب انٹروڈکشن سوشیالوجی کا دوسرا پیراگراف)

نامور شاعر داغ کی وفات پر آپ نے کہا ہے

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے
آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ کیا داغ کے بعد کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا۔ اگر آج بھی ایک نہیں بلکہ ہزاروں شاعر موجود ہیں۔ تو ماننا پڑے گا کہ آخری سے مراد ڈاکٹر صاحب موصوف کی بھی یہی تھی کہ صنف شعر گوئی میں جو کمال داغ نے حاصل کیا اس جیسا باکمال شاعر اب کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہی معنی آیت خاتم النبیین کے ہیں کہ تمام انبیاء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی فضیلت اور برتری حاصل ہے نہ آپ سے پہلے کوئی اس مقام کو پہنچ سکا۔ اور نہ آئندہ قیامت تک کوئی اس مقام کو حاصل کر سکتا ہے۔ یہی معنے آپؐ کی کامل اور مکمل ذات بابرکات کے لئے مستلزم ہیں۔ جو آپ کے علو مرتبت اعلیٰ و ارفع مقام کو ظاہر کرتے ہیں۔

معزز قارئین! اگر آپ انصاف اور تدبر سے ان اقتباسات پر غور فرمائیں

تو آپ کو معلوم ہوگا کہ شاعر مشرق علامہ اقبال نہ صرف یہ کہ اجرائے نبوت کے قائل تھے بلکہ اُمت مسلمہ کی اصلاح کے لئے اس کے دل سے متمنی بھی تھے۔ اور یہ وہی زمانہ تھا جب مقدس بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے اعلان فرمایا ؎

مَیں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
مَیں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہُوا دن آشکار

کیوں عجب کرتے ہو گر مَیں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

ڈاکٹر اقبال کے نزدیک روحانی انقلاب پیدا کرنا علماء اور مشائخ کا کام نہیں۔ انہوں نے اس زمانہ کے علماء کا جو نقشہ کھینچا ہے امام مہدی علیہ السلام کے دَور سے متعلق اس حدیث کی تصدیق کرتا ہے کہ علماءھم شرّ من تحت ادیم السماء کہ اس زمانہ کے علماء بد ترین مخلوقات میں سے ہوں گے" ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں ؎

مولوی بیگانہ از اعجاز عشق
ناشناس نغمہ ہائے ساز عشق

یعنی مولوی عشق کے معجزہ سے بیگانہ اور اس کے ساز کے نغموں سے ناواقف۔

شیخ در عشقِ بتاں اسلام باخت
رشتۂ تسبیح راز نار ساخت

شیخ نے مجازی بتوں کے عشق میں اسلام کو ہار دیا ہے اور تسبیح کے رشتہ کو زنار بنا دیا ہے۔

(اسرار رموز ص۹۷)

واعظاں از صوفیاں منصب پرست
اعتبار ملتِ بیضا شکست

واعظ اور صوفی منصب پرست ہو گئے ہیں اور اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا اعتبار توڑ دیا ہے۔

واعظِ ما چشم بر بتخانہ دوخت
مفتی دین مبین فتویٰ فروخت

ہمارے واعظ نے اپنی نگاہ بت خانہ پر جما دی ہے اور مفتی دین فتویٰ فروخت کرنا شروع کر دیا ہے۔

چیست یاراں بعد از تدبیر ما
رخ سوئے میخانہ دارد پیر ما

اے دوستو! اس کے بعد اب ہماری کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ ہمارے پیر تو بتخانہ کی طرف رُخ کئے ہوئے ہیں۔

(اسرار رموز ص۹۷)

پھر آپ نے مسلمانوں کے تنزل و انحطاط کا نقشہ اپنی معروف نظم "جواب شکوہ" میں ان الفاظ میں کھینچا ہے ؎

شور ہے کہ ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

قارئین! متذکرہ بالا اشعار اور اقتباسات میں جس درد و الم سے مسلمانوں کی کسمپرسی کا ذکر کیا گیا ہے ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو اصلاح اُمت کی فکر دامن گیر تھی۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ ایم اے اپنی کتاب "ختم نبوت کی حقیقت" میں ڈاکٹر صاحب کے اس جذبہ کی طرف اشارہ کر کے لکھتے ہیں:۔

"لوگ خواہ گوشت پوست کی زبان سے بولیں یا نہ بولیں مگر زبانِ حال سے ضرور پکار رہے ہیں کہ اس وقت خدا کی طرف سے کوئی عام مصلح نہیں بلکہ نبوت کی طاقتوں والا مصلح درکار ہے۔"

(حقیقت نبوت ص۲۰۹)

آخر میں ڈاکٹر صاحب نے جماعت احمدیہ کے تعلق سے جو ریمارکس دیئے اُن کے الفاظ پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کے وجود میں اپنی اس دلی خواہش کو کس رنگ میں پورا ہوتے دیکھا جو اُمت مسلمہ میں انقلاب نو سے تعلق رکھتی تھی۔ انہوں نے لکھا:۔

"میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سانچہ عالمگیر کی ذات نے ڈالا ہے ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے۔ اور ہماری تعلیم کا مقصد ہونا چاہیئے کہ اس نمونہ کو ترقی دی جائے۔ اور مسلمان ہر وقت پیش نظر رکھیں پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اسی جماعت کی شکل میں ظاہر ہُوا ہے جسے فرقۂ قادیانی کہتے ہیں۔"

(ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر)

فاعتبروا یا اولی الالباب

اسد اللہ خان غالب اور ختم نبوت

اسد اللہ خان غالب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ اُن کا اُردو اور فارسی منظوم کلام سندِ قبولیت رکھتا ہے دُنیا کی اکثر زبانوں میں دیوان غالب کا ترجمہ ملے گا۔ غالب اُردو شاعری کے بادشاہ اور عظیم نقاد مانے جاتے ہیں۔ وہ بھی شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال کی طرح ایسے علماء اور مشائخ کے خلاف تھے۔ جو تصنّع اور بناوٹ سے پُر ہوں۔ وہ کہتے ہیں ؎

ہر عالم و عابد نتواں گو کہ ہست
ایں یکے بیہودہ گو داں دیگرے بیہودہ کش

اس وقت موضوع بحث یہ امر ہے کہ کیا غالب ختم نبوت کے قائل تھے یا اجرائے نبوت کے؟ کلیات غالب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی فیضان نبوت کے اجراء کا عقیدہ رکھتے تھے اس مسئلہ پر غالب نے ایک فارسی مثنوی بھی اُس وقت رقم کی جب ختم نبوت کے اختلافی مسئلہ پر مولانا فضل حق خیر آبادی اور اُن کے مخالفین میں یہ بحث چھڑی ہوئی تھی کہ:۔

"کیا اللہ تعالیٰ اب اور پیغمبر پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا؟"

اس سلسلہ میں شاہ اسمٰعیل شہید نے جو وہابی تحریک کے پیشوا تھے اپنی تصنیف "تقویۃ الایمان" میں لکھا:۔

"کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو ایک پل میں آنحضرت صلعم جیسے کروڑوں کی تعداد پیدا کر سکتا ہے۔"

اس کے بالمقابل مولانا فضل حق خیر آبادی نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ:۔

"خاتم النبیین کی طرح کسی کا بالذات پیدا ہونا ناممکن ہے۔"

ازاں بعد مولانا فضل حق خیر آبادی نے غالب سے وہابی عقیدہ کے ردّ میں ایک مثنوی لکھنے کی فرمائش کی چنانچہ کلیات غالب میں جو مثنوی تحریر کی گئی بڑی فلسفیانہ و شاعرانہ تاویل پر مبنی ہے۔ غالب اس جہاں کے کئی عالم تصور کرتے ہیں اور ہر عالم کا ایک خاتم مانتے ہیں۔ جس طرح آپ کے ان دو اشعار سے ثابت ہوتا ہے۔

خواہد ہر ذرّہ آرد عالمے
ہم بود ہر عالمے را خاتمے

یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہر ذرہ سے ایک عالم (یعنی دُنیا پیدا کر سکتا ہے) اور ہر عالم کا ایک الگ الگ خاتم ہوگا۔ گویا وہ مختلف وقتوں میں آنے والے انبیاء میں الگ الگ شان کا نبی تسلیم کرتے ہیں۔ شاید اُن کی نظر قرآن مجید کی اس آیت پر ہو فضّلنا بعضھم علیٰ بعضٍ۔ آگے لکھتے ہیں:۔

ہر کجا ہنگامہ عالم بود
رحمۃ للعٰلمین ہم بود

کہ جہاں کہیں دُنیا میں ہنگامہ ہوگا۔ وہاں ضرور رحمۃ للعٰلمین بھی ہوگا۔ اس شعر میں پوری وضاحت سے ضرورت امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کی تصدیق کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ جب بھی دُنیا میں جور و جفاء ظلم و استبداد اور بے راہ روی بڑھے گی اور خالق و مخلوق کا رشتہ ٹوٹ جائے گا تو پھر سے دُنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوگی۔ اسلام چونکہ انہی کی اسی جسم عنصری کے ساتھ از سرِ نو پیدائش کا قائل نہیں۔ اس لئے دوبارہ آمد سے آپ کی مراد یہی ہو سکتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوبارہ آمد آپ کے کسی کامل ظلی اور بروز کے ذریعہ ہوگی۔ یہی معنے غالب کے اس شعر سے مستنبط ہوتے ہیں۔ ؎

ہر کرا بہ سایہ ناپسند د خدا
ہمچو روئے نقش کر بنا و جدا

یعنی کسی بھی آدمی کے لئے خدا نے پسند نہیں کیا کہ اُسی طرح کا نقش دوبارہ پیدا کرے۔ غرضیکہ مرزا غالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بروزی اور ظلی نبی کی آمد اور اس کے ذریعہ تجدید دین کے قائل تھے۔ جس کا انہوں نے برملا طور سے اظہار بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی شناخت حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

درخواست ہائے دُعا

بدر کے معاون خاص محترم ڈاکٹر حمید الرحمٰن خان صاحب مقیم کیلیفورنیا (امریکہ) ابھی حال ہی میں اپنے نئے خرید کردہ مکان میں منتقل ہوئے ہیں۔ موصوف اعانت بدر میں بمقصد امریکن ڈالر ادا کر کے اس مکان کے ہر جہت سے بابرکت ہونے اور امن و عافیت کا گہوارہ بننے کے لئے ٭ ۔۔۔ مکرم ڈاکٹر اعجاز احمد صاحب مقیم کینیڈا اپنے بیٹے عزیز طاہر اعجاز سلمہٗ ربہٗ کو میڈیکل کالج میں داخلہ مل جانے کی خوشی میں بطور شکرانہ نوے روپیہ اعانت بدر میں ادا کر کے عزیز کی تکمیل تعلیم اور دینی و دنیوی ترقیات کے لئے ٭ ۔۔۔ عزیز سید فضل باری متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان مکرم مولوی سید غلام مہدی ناصر صاحب مبلغ سلسلہ کی اہلیہ جو ایک لمبے عرصہ سے بیمار چلی آرہی ہیں کی کامل و عاجل شفا یابی کے لئے قارئین سے دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔

(ادارہ)

جماعتِ احمدیہ

خلافتِ رابعہ کے مبارک دَور میں شاہراہِ غلبۂ اسلام پر!

تقریر محترمہ امۃ المتین ذکریا صاحبہ یادگیر۔ برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان مستورات ۱۹۸۶ء

دورِ حاضر کا انسان کس قدر خوش نصیب ہے جس کو ایک لمبی تاریک رات کے بعد روزِ روشن کی صبح نصیب ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے واٰخرین منھم کے وعدے کو پورا کرتے ہوئے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند جلیل کو اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور عالمگیر غلبہ کے لئے مسیح موعود اور مہدیٔ دوراں بنا کر مبعوث فرمایا اور پھر آپؑ کے بعد اُس عظیم الشان آسمانی اور روحانی نظام کو جاری فرمایا جس کا وعدہ سورۃ نور میں دیا گیا تھا۔ یعنی خلافت کا بابرکت نظام۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ خلافت کے بابرکت آسمانی سایہ کے نیچے دینی و دنیاوی ترقیات سے ہمکنار ہوتے ہوئے اب خلافتِ رابعہ کے درخشندہ و تابندہ دورِ مسعود میں نہایت تیزی کے ساتھ شاہراہ غلبۂ اسلام پر آگے ہی آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

یہ حقیقت تعلیمیافتہ طبقے سے پوشیدہ نہیں کہ دُنیا میں جتنے انقلاب رونما ہوئے ہیں وہ تھیوریوں سے نہیں، بڑی بڑی کتابوں اور مقالوں کے ذریعہ نہیں بلکہ بعض ایسی خدا داد صلاحیتیں رکھنے والی ہستیوں کے ذریعہ انجام پائے جن کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ نے گویا بجلیوں کی باگیں دیدی تھیں۔ جن کی انگلیوں میں انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے۔ اور جن کے تعلق میں قادرِ مطلق نے حیرت انگیز تائید رکھ دی تھی۔ اور جن کی شخصیتوں میں اللہ تعالیٰ نے وہ مقناطیسیت رکھ دی تھی کہ وہ جامد۔ بے حس اور فولاد صفت قلوب کو بھی اپنی طرف یوں کھینچ لیتے تھے جیسے طاقتور مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ مگر ایسی انقلاب انگیز اور تاریخ ساز ہستیاں صدیوں کے انتظار کے بعد ہی جنم لیتی ہیں ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آج سے چودہ سو سال پہلے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کی جو نشانیاں بتائی تھیں۔ اُن میں ایک نشانی یہ بھی بتائی تھی کہ اُمت میں آنے والا مسیح "یتزوج و یولد لہ" وہ شادی کرے گا اور اُس کی اولاد ہوگی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر ایک مبشر لڑکے اور پھر پوتے کی بشارت دی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موعود فرزند حضرت مصلح موعودؓ کی شخصیت اور آپ کے کارناموں سے کون واقف نہیں۔ آپ ہی کی انقلابی صلاحیتوں نے جماعت کے اندرونی اور بیرونی نظام کو مستحکم فرمایا۔ تبلیغ اسلام دُنیا کے دُور دراز علاقوں تک پھیلی اور اسی فرزند جلیل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ وہ اسلام کے تمام مخالفین کی مخالفتوں کو روندتا ہوا اپنی روحانی افواج کو زمین کے کناروں تک پہنچا کر اُنہی کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دُنیا کے کونے کونے میں گاڑ دیے۔

جہاں تک ظاہری اسباب کا تعلق ہے جماعت تہی دست تھی۔ مگر اس کے ساتھ وہ خدا ہے جس نے حضرت موسیٰ کی بے سرو سامانی کو فرعون کی بے پناہ طاقتوں پر فتح دی تھی۔ وہ خدا اس چھوٹی سی جماعت کے سر پر تھا جس نے ۳۱۳ نہتے مسلمانوں کو بدر کے میدان میں کفارِ مکہ کے طاقتور لاؤ لشکر پر فتح عظیم بخشی تھی۔ اور پھر احمدیت کو وہ روحانی جرنیل عطا کیا تھا جس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ احمدیت کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

۱۹۳۴ء کی بات ہے معاندین و مخالفین احمدیت کی اُن تعلّیوں اور نعرہ بازیوں کی صدائے بازگشت ابھی فضاؤں میں گونج رہی تھی کہ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدا سے خبر پاکر یہ اعلان فرمایا کہ:۔

"میں احرار کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکلتی دیکھتا ہوں۔"

دوسری طرف مخالفین کے سرغیل سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا تعلّی آمیز اعلان تھا کہ:۔

"مسیح کی بھیڑو! تم سے کسی کا ٹکراؤ نہیں ہوا! جس سے سابقہ ہوا ہے یہ مجلس احرار ہے۔ اِس نے تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔"

نیز یہ بھی بڑ ہانکی کہ:۔

"مرزائیت کے مقابلے کے لئے بہت سے لوگ اُٹھے۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ وہ میرے ہاتھوں سے تباہ ہو۔"

مگر مخالفین کے سرغیل کا کیا انجام ہوا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ جو انجام ہمیشہ ہوتا آیا فرعونوں کا ہامانوں کا۔

پھر ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں ایک دفعہ پھر مخالفت کا طوفان اُٹھا۔ اس وقت بھی مخالفین احمدیت کا کیا انجام ہوا۔ کس طرح وہ ناکام و نامراد رہے۔ تاریخ ان سب کے انجام کو محفوظ رکھے گی۔ علماء پاکستان کی داڑھیاں مونڈ دی گئیں۔ بڑے بڑوں کو جیل میں نظر بند کر دیا گیا۔

پھر ۱۹۷۴ء میں پاکستان کے وزیر اعظم ذو الفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت میں ایک طرف مسلم اکثریت اور حکومت کا نشہ اور دوسری طرف حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث کی خلافت کا دَور۔

دیکھئے! حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی نافلہ موعود کے دَور میں کس شاندار رنگ میں پوری ہوئی۔ اگر حکومتیں بھی ٹکرائیں گی تو پاش پاش ہو جائیں گی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے اسمبلی کے ذریعہ احمدیوں کو ہمیشہ کیلئے غیر مسلم قرار دیا۔ اس کے بعد علماء پاکستان نے بھی مخالفت کا بازار گرم کر رکھا! احمدیوں کو شہید کر دیا گیا۔ جائیدادیں تباہ و برباد کر دی گئیں۔ اس کے باوجود احمدیوں کے پایۂ ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ اور بالآخر بھٹو جو اقتدار پر بیٹھے تھے جلد ہی تختۂ دار پر جھول گئے۔ اور اُس وقت کی حکومت بھی پارہ پارہ ہو گئی!۔

اب خلیفۃ المسیح الرابع سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک دَور میں دشمن ابتداء ہی سے جماعت احمدیہ کی مخالفت پر کمربستہ ہے اور آئے دن شوخی اور شرارت میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا جارہا ہے۔

۱۹۸۴ء میں فوجی حکمران جنرل ضیاء الحق کے ذریعہ ایک آرڈیننس کا اجراء ہوا۔ جس میں احمدیوں پر یہ پابندی لگائی گئی کہ احمدی اذان نہیں دے سکتے کلمہ طیبہ نہیں لکھ سکتے۔ اور اسلامی ناموں اور اصطلاحوں کا استعمال نہیں کر سکتے جو احمدی ایسا کرے گا اس کو جرمانہ اور قید کی سزا دی جائے گی۔

چنانچہ آج جماعت کے جیالے نوجوان صرف اور صرف اسی جرم کی پاداش میں جیل کی سزائیں بھگت رہے ہیں کہ اُنہوں نے اپنے سینوں پر کلمہ طیبہ کا بیج لگایا ہوا تھا۔ انہی حالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کو پیارا مرکز اور وطن عزیز چھوڑنا پڑا۔ اور حضرت اقدس ہجرت کر کے لندن چلے گئے اور وہاں بھی بفضلہ تعالیٰ تبلیغ اسلام کی مہم میں سرگرم عمل ہیں اور شاندار ترقیات جماعت کو عطا ہو رہی ہیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ "اسلام کا سورج مغرب سے طلوع ہوگا" وہ کس شان اور رنگ میں پورا ہوگا۔ ہر احمدی دیکھے گا اور دُنیا بھی دیکھے گی۔ نافلہ موعود کی ہجرت اور لندن کو عارضی مرکز بنا کر وہاں سے تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کی جو عظیم مہم تیز رفتاری کے ساتھ جاری ہے۔ اور ان تین چار سالوں کے مختصر سے عرصے میں جس قدر تیزی اور سرعت کے ساتھ جماعت غلبۂ اسلام کی طرف بڑھ رہی ہے اس کو دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ جس کا مختصر سا خاکہ میں آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت پا رہی ہوں۔

(۱):۔ ہر ملک میں مجلس شوریٰ کا قیام۔
(۲):۔ منصوبہ بندی کمیشن کا قیام۔
(۳):۔ ہر فرد کو داعی الی اللہ بننے کی تحریک۔
(۴):۔ تحریک جدید کے دفتر چہارم کا قیام۔
(۵):۔ باشرح چندے کی ادائیگی پر زور۔
(۶):۔ نماز باجماعت کی ادائیگی۔
(۷):۔ پردے کی پابندی کی تحریک۔
(۸):۔ اسلامی معاشرے کی تشکیلِ جدید۔
(۹):۔ بیوت الحمد کے منصوبے۔
(۱۰):۔ نئے مراکز کی تحریک (۱۱) کمپیوٹر ٹائپ رائٹنگ کی تحریک (۱۲):۔ تبلیغ کے لئے خصوصی پیغام (۱۳):۔ لندن میں احمدیہ سنڈے اسکول اور تربیتی کلاس کا اجراء (۱۴):۔ وقفِ جدید کی عالمی وسعت۔
(۱۵):۔ سیدنا بلال فنڈ کی تحریک۔

(۱۶):- بد رسوم کے خلاف جہاد -
(۱۷):- کلمہ طیبہ کی حفاظت کی خصوصی تحریک (۱۸):- اشاعت فنڈ -
(۱۹):- مجالس عرفان (۲۰):- قرطاس ابیض کا جواب (۲۱):- قحط زدہ بھائیوں کے لئے دعا کی تحریک - وغیرہ ایسی عظیم تحریکات ہیں جن کے شیریں ثمرات سے لدے جا رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بشارت دی تھی کہ

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

اس بشارت کو شاندار اور کامیاب رنگ میں پورا کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے ہر فرد کو مبلغ بننے کی تحریک فرمائی ہے اور ہر فرد کو داعی الی اللہ بننے کی طرف توجہ دلائی۔ وقف جدید کی عالمی وسعت - تحریک جدید دفتر چہارم - نئے مراکز کی تحریک - کمپیوٹر ٹائپ رائٹنگ۔ دراصل یہ تمام ذرائع ہیں جن کے ذریعہ اسلام کا جھنڈا دنیا کے ہر حصے پر لہرایا جا رہا ہے۔ جس کی شان دوبالا انشاء اللہ دنیا دو سال بعد جماعت کی صد سالہ جوبلی کے [illegible] پر دیکھے گی۔

الغرض آپ کا یہ مختصر اور مبارک دور جو بظاہر مختلف مصائب مصیبت و آلام میں گھرا ہوا نظر آتا ہے دراصل پیش خیمہ ہے اسلام کے عالمگیر غلبہ کا، اسلام کی نمایاں فتح و کامیابی کا - جتنا بڑا امتحان جس جماعت کا لیا جاتا ہے اتنا ہی بڑا انعام اس امتحان میں کامیاب ہونے والوں کو دیا جاتا ہے۔

پس نہ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا کہ:-

"اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔"

نیز حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا کہ کامیابی ہمارا مقدر ہے اور فتح ہمارے گھر کی لونڈی ہے۔

انشاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک دور میں احمدیت اور اسلام کی عالمگیر فتح ہو گی۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا جھنڈا دنیا کے ہر خطے میں لہرایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے - آمین

میں اپنی تقریر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ایک حقیقت افروز نصیحت کے ساتھ ختم کرتی ہوں۔ حضورؓ فرماتے ہیں:-

"سب برکتیں خلافت میں ہیں۔ نبوت ایک بیج ہوتی ہے جس کے بعد خلافت اس کی تاثیر کو دنیا کے سامنے پھیلا دیتی ہے۔ تم خلافت حقہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ اور اس کی برکات سے تمام دنیا کو متمتع کرتے رہو تا اللہ تم پر رحم کرے۔ تم اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی اونچا مقام پاؤ تا مرگ اپنے وعدوں کو پورا کرتے رہو۔"

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ تمام بہنوں کو خلافت کی برکات سے وافر حصہ پانے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

قادیان میں لجنہ اماء اللہ کا دسواں اور ناصرات الاحمدیہ کا بیسواں

سالانہ اجتماع

از شعبہ رپورٹ لجنہ اماء اللہ قادیان

بفضل اللہ تعالیٰ امسال بھی لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ قادیان کو اپنا سالانہ اجتماع پورے جوش و خروش سے منانے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ

پہلا دن:- مورخہ ۲۶/۹/۸۷ کو ٹھیک ۹½ بجے محترمہ سیدہ امۃ القدوس صاحبہ صدر لجنہ مرکزیہ کی زیر صدارت محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ خادم کی تلاوت قرآن کریم سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ عہد نامہ محترمہ معراج سلطانہ صاحبہ کی قیادت میں دہرایا گیا۔ محترمہ مبارکہ شاہین صاحبہ نے نظم ع "حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی" خوش الحانی سے پڑھی۔ ازاں بعد اجتماعی دعا کی گئی۔

دعا کے بعد محترمہ بشریٰ صادقہ صاحبہ نے سالانہ رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ ازاں بعد محترمہ صدر صاحبہ نے بہنوں سے خطاب فرمایا جس میں آپ نے انعقاد اجتماع کی غرض و غایت بیان کرنے کے بعد بہنوں کو قرآن کریم پر عمل پیرا ہونے اور نمازوں کی پابندی اختیار کرنے کی طرف توجہ خصوصی دلائی۔

افتتاحی خطاب کے بعد لجنہ کے نظم خوانی کے مقابلے کروائے گئے۔

نماز ظہر و عصر اجتماع گاہ میں باجماعت پڑھنے کے بعد ٹھیک تین بجے دوسرے اجلاس کی کارروائی کا آغاز محترمہ معراج سلطانہ صاحبہ نائب صدر لجنہ قادیان کی صدارت میں ہوا۔ عزیزہ عطیۃ القیوم ناصرہ کی تلاوت قرآن کریم کے بعد محترمہ نسیم اختر صاحبہ کی قیادت میں ناصرات الاحمدیہ کا عہد نامہ دہرایا گیا۔ عزیزہ امۃ الشافی نے نظم ع "بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے" خوش الحانی سے پڑھی۔

ازاں بعد محترمہ صدر صاحبہ لجنہ مرکزیہ نے ناصرات سے خطاب فرمایا۔ جس میں آپ نے بچیوں کو دعا کی عادت ڈالنے، سچائی، ایمانداری اور وقت کی پابندی اختیار کرنے اور برائیوں سے مجتنب رہنے کی تلقین فرمائی۔

ازاں بعد ناصرات کے حفظ قرآن معیار اوّل اور تقاریر معیار اوّل کے مقابلے کروائے گئے۔

دوسرا دن:- مورخہ ۲۷/۹/۸۷ کو ٹھیک ۹ بجے جلسہ کی کارروائی زیر صدارت محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب (سیکرٹری ناصرات قادیان) شروع ہوئی۔ عزیزہ فوزیہ انجم نے تلاوت قرآن کریم کی اور عزیزہ طیبہ ناہید نے نظم ع "اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے" خوش الحانی سے پڑھی۔ بعدہٗ ناصرات کے حسن قرأت معیار اوّل و دوم، حفظ قرآن معیار دوم، فی البدیہہ تقاریر معیار اوّل، نظم خوانی معیار اوّل و دوم اور تقاریر معیار دوم کے مقابلے ہوئے۔

نماز ظہر و عصر باجماعت اجتماع گاہ میں ادا کرنے کے بعد ٹھیک اڑھائی بجے دوسرے اجلاس کی کارروائی زیر صدارت محترمہ سیدہ امۃ القدوس صاحبہ شروع ہوئی۔ عزیزہ امۃ الہادی شیریں کی تلاوت کے بعد عزیزہ امۃ الحکیم نے نظم "ہے رضائے ذات باری اب رضائے قادیاں" خوش الحانی سے پڑھی۔ ازاں بعد ناصرات کے حفظ قرآن معیار سوم، تقاریر معیار سوم اور نظم خوانی معیار سوم کے مقابلے کروائے گئے۔ علمی اور ورزشی مقابلہ جات میں پوزیشن لینے والی ممبرات کو محترمہ صدر صاحبہ لجنہ مرکزیہ نے اپنے دست مبارک سے انعامات تقسیم فرمائے۔ آخر میں آپ نے اختتامی خطاب فرمایا جس میں بہنوں اور بچیوں کو داعی الی اللہ بننے، مجلس کے آداب کا بطور خاص خیال رکھنے اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ الودود کے ارشادات پر کماحقہٗ عمل پیرا ہونے کی تلقین فرمائی۔ اس کے بعد دعا ہوئی اور اس طرح ہمارا یہ اجتماع کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کے بہترین نتائج پیدا کرے اور لاؤڈ سپیکر و سائبان کا انتظام کرنے والے مخلصین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

دعائے مغفرت

خاکسار کے بہنوئی مکرم مرزا خورشید احمد صاحب مورخہ ۱۴/۹/۸۷ کو لاہور میں وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوہ، تین لڑکے اور تین لڑکیاں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ قارئین سے مرحوم کی مغفرت و بلندی درجات اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔

خاکسار
قاضی عبدالحمید درویش قادیان

احمدیہ مسلم کانفرنس اتر پردیش

مقام انعقاد - اچھل بھون ڈرسائی ۳ آگرہ

احباب جماعت احمدیہ اتر پردیش (یوپی) کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اس سال آل اتر پردیش احمدیہ مسلم کانفرنس ۲۴، ۲۵ اکتوبر کی تاریخوں میں بروز ہفتہ - اتوار آگرہ میں اچھل بھون ڈرسائی ۳ میں
(ACHAL BHAWAN DARSEI - ۳ AGRAH.)
منعقد ہو گی۔ احباب زیادہ تعداد میں شامل ہو کر کانفرنس کو کامیاب بنائیں۔ کانفرنس کے اخراجات کے لئے رقوم احباب و جماعتیں مندرجہ ذیل پتہ پر بھجوائیں۔ اور معلومات حاصل کرنے کے لئے بھی پتہ ذیل پر خط و کتابت کریں۔

مکرم ماسٹر ریاض احمد صاحب صدر مجلس استقبالیہ پوسٹ آفس بیاندصن P.N. 283191 براستہ اچھنیرہ - ضلع آگرہ (یوپی)۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

منظوری عہدیداران جماعتہائے احمدیہ بھارت

ماہ ہجرت (مئی) ۱۳۶۶ ہش / ۱۹۸۷ء تا ماہ شہادت (اپریل) ۱۳۶۸ ہش / ۱۹۸۹ء کے لئے مندرجہ ذیل جماعتوں کے عہدیداران کی منظوری دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ احسن رنگ میں مقبول خدمات کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر اعلیٰ قادیان

عہدہ	نام عہدیداران
ہاری پاری گام (کشمیر)	
صدر	مکرم حکیم ولی محمد راتھر صاحب
سیکرٹری تبلیغ	،، محمد مقبول راتھر صاحب
،، مال	،، محمد نور راتھر صاحب
،، تعلیم و تربیت	،، محمد یوسف صاحب شیخ
،، امور عامہ ضیافت	،، غلام نبی صاحب راتھر
عثمان آباد (مہاراشٹر)	
صدر	مکرم عبد المجید صاحب
سیکرٹری مال	،، محمد عبد الخطیم صاحب
نائب سیکرٹری مال	،، محمد عبد اللطیف صاحب
دیودرگ (کرناٹک)	
صدر	مکرم ناصر احمد نور صاحب
سیکرٹری مال	،، عبد الکریم صاحب نوید
،، تبلیغ	،، محمد خواجہ حسین صاحب
نائب سیکرٹری تبلیغ	،، محمد اقبال صاحب ٹیلر
قائد خدام الاحمدیہ	،، رفیع احمد صاحب
بھرت پورہ (بہار)	
صدر	مکرم محمد اکرم جاوید صاحب
سیکرٹری تبلیغ	،، غلام نبی صاحب زاہد
،، مال	،، اختر پرویز صاحب
عادل آباد (آندھرا)	
صدر	مکرم ظہیر احمد خان صاحب پرویز

عہدہ	نام عہدیداران
سیکرٹری مال	مکرم کلیم احمد خان صاحب
کوئمبٹور (تامل ناڈ)	
صدر	مکرم ایم نور الامین صاحب
سیکرٹری مال	،، پی ایم محمد یوسف صاحب
،، تبلیغ	،، ایم ناصر احمد صاحب
ٹیلی چیری (کیرالہ)	
صدر	مکرم ٹی محمد صاحب
کالپٹی (کیرالہ)	
صدر	مکرم سی محمد کویا صاحب
سیکرٹری جنرل	،، سی۔ این پریا کویا صاحب
،، مال	،، سکا جی بشیر احمد صاحب
،، تبلیغ	،، ایم۔ سی محمد حنیف کویا صاحب
کروناگاپلی (کیرالہ)	
سیکرٹری تبلیغ	مکرم ایم علی کنجو صاحب
،، مال	،، اے بشیر احمد صاحب ایم۔ اے
چھوٹنگار (پونچھ)	
صدر	مکرم ماسٹر بشیر احمد صاحب ایم۔ اے
نائب صدر	،، مولوی علی بہادر صاحب
سیکرٹری مال و تبلیغ	مکرم صغیر احمد صاحب

تحریک دعائے خاص

برادرم محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب سابق چیف میڈیکل آفیسر فضل عمر ہسپتال ربوہ کو گزشتہ دنوں دل کی تکلیف لاحق ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے بروقت قابو پا لیا گیا۔ مگر اس کے بعد سے شدید جسمانی ضعف اور کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔ قارئین بدر سے محترم موصوف کی کامل و عاجل شفایابی اور درازی عمر کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

خاکسار مرزا وسیم احمد امیر جماعت احمدیہ قادیان

اَفضَلُ الذِّکرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ
(حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم)

منجانب:۔ ماڈرن شو کمپنی ۳۱/۵/۶ لوئر چت پور روڈ کلکتہ ۷۳۰۰۰

MODERN SHOE CO.
31/5/6 LOWER CHITPUR ROAD
PHONE { 275475
RESI { 273903 } CALCUTTA-700073

اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰن
ہر قسم کی خیر و برکت قرآن مجید میں ہے۔
(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

THE JANTA
PHONE-279203
CARD BOARD BOX MFG. CO.
MANUFACTURERS OF ALL KINDS OF CARDBOARD
CORRUGATED BOXES & DISTINCTIVE PRINTERS
15, PRINCEP STREET, CALCUTTA-700072.

حاجتیں پوری کریں گے کیا تیری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

رائچوری الیکٹریکلس (الیکٹرک کنٹریکٹر)

RAICHURI ELECTRICALS.
(ELECTRIC CONTRACTOR)
TARUN BHARAT CO-OP HOUSE SOCT.
PLOT NO. 6 GROUND FLOOR
OLD CHAKALA, OPP CIGARETTE HOUSE
ANDHERI (EAST)
PHONE { OFFICE :- 6348179
RESI :- 629389 } BOMBAY-400099

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَ النَّاصِرُ
کراچی میں معیاری سونا کے زیورات بنوانے اور خریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

الرؤف جیولرز

۱۴۔ خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری شمالی ناظم آباد۔ کراچی
(فون نمبر:۔ ۶۶۱۲۰۹۶)

"صبر کرنے والے لازماً فتح یاب ہوتے ہیں۔"
(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ)

AUTOWINGS,
13-SANTHOME HIGH ROAD
MADRAS-600004
PHONE { 76360.
74350.

آٹوونگس

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوْحِيْ إِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَآءِ

{تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے}

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پیشکردہ:- گرشن احمد گوتم احمد اینڈ برادرس بیسٹ ٹائیگرسٹ جیون ڈریسز۔ مدینہ میدان روڈ۔ بھدرک ۔ ۷۵۶۱۰۰ (اڑیسہ)

پروپرائیٹر:- شیخ محمد یونس احمدی - فون نمبر :- 294

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے!"

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

SK. GULAM HADI & BROTHERS, READYMADE GARMENTS DEALERS.

CHANDAN BAZAR BHADRAK, DISTT. BALASORE (ORISSA)

"فتح اور کامیابی ہمارا مقدر ہے" } ارشاد حضرت ناصر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ

احمد الیکٹرانکس

کورٹ روڈ اسلام آباد (کشمیر)

گولڈ لک الیکٹرانکس

انڈسٹریز روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)

امپائر ریڈیو۔ ٹی۔ وی۔ اوشا پنکھوں اور سلائی مشین کی سیل اور سروس

ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے

(کشتی نوح)

پیشکش:-

ROYAL AGENCY

PRINTERS, BOOKSELLERS & EDUCATIONAL SUPPLIERS

CANNANORE - 670001. PHONE No - 4498

HEAD OFFICE:- P.O. PAYANGADI - 670303 (KERALA)

PHONE No -12

پندرھویں صدی ہجری غلبۂ اسلام کی صدی ہے!

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

پیشکش:

NARA Traders

WHOLE SALE: IN HAWAI & P.V.C CHAPPALS.

SHOE MARKET, NAYAPUL, HYDERABAD-500002

PHONE No. 522860.

قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۱)

الائیڈ گلو پروڈکٹس

بہترین قسم کا گلو تیار کرنے والے

(پتہ)

نمبر ۲۲/۲۴/۶ عقب کاچی گوڑہ ریلوے اسٹیشن حیدر آباد ۲۷ (آندھرا پردیش)

فون نمبر:- ۴۲۹۱۴

"مقبولوں کی قبولیت کثرتِ استجابت دعا سے شناخت کی جاتی ہے"

(آسمانی فیصلہ)

AIR ®

CALCUTTA-15.

پیش کرتے ہیں:-

آرام دہ مضبوط اور دیدہ زیب ایڈیشیٹ ہوائی چپل، نیز ربڑ پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!